



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مُحَمَّدٌ وَآلِهِ
كُتِبَ

کری ممدی میر عباس علی صاحب داد مٹائی۔ التوم علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا
منایت نامہ پنچک بامش خوشی ہوا۔ جَا کُنَّا لِلّٰہِ خَبْرًا۔ آپ اللہ اور رسول کی محبت میں
بے قدر و کوشش کریں۔ وہ جوش خود آپ کی ذات میں پایا جاتا ہے۔ حاجت تاکید نہیں۔ چونکہ
یہ کام قاعدہ کے لئے اور خود حضرت احمدیہ کے ارادہ خاص سے ہے۔ اس لئے آپ اس کے
خریداروں کی فراہمی میں بے لحاظ خاطر شریف رکھیں۔ کہ کوئی ایسا خریدار مل نہ ہو۔ جس کی محض
خرید فروخت پر لنگر ہو۔ بلکہ جو لوگ دینی محبت سے مدد کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں کی خریداری مبارک
اور مستحب ہے۔ کیونکہ درحقیقت یہ کوئی خرید فروخت کا کام نہیں۔ بلکہ سراپا جمع کرنے کے لئے یہ ایک
محبوبہ شے ہے۔ مگر جن کا اصول محض خریداری ہے۔ ان سے تکلیف پہنچتی ہے۔ اور اپنے رویہ
کو یاد دلا کر قضا کر دیتے ہیں۔ سو بسے صاحب اگر خریداری کے مسئلہ میں داخل نہ ہوں
اور نہ وہ سرفروشی میں۔ اور نہ کچھ مدد کریں تو ان کے لئے اس حالت سے بہتر ہے۔ کہ کسی وقت
برگمانی اور شستاہکاری سے پیش آویں۔ اس کام میں جیسے عرصہ میں خداوند کریم سداۃ کافہ
کسی حق کے چھپنے کے لئے حسب کثرت کاملہ خود میر کر رہا ہے۔ اسی عرصہ میں یہ کچھ بھیجی ہے پس
کس وقت کچھ دیر ہوئی ہے۔ تو بعض صاحب جن کی خریداری پر نظر ہے۔ علی طرح کی باتیں لگتے
ہیں۔ جن سے رنج پہنچتا ہے۔ غرض کہ ممدوم اسی نامہ کو شش میں خداوند کریم پر توکل کر کے
مناویق الارادات کو گویں۔ یہ مددیں بنا اور اگر ایسے نہ ہوں تو آپ کی طرف سے دعا ہی رہے۔ ہم عاجز

اور ذلیل بندے کیا حیثیت اور کیا قدر رکھتے ہیں۔ وہ جو قادر مطلق ہے۔ وہ جب چاہے گا۔ تو اس کا نور خود بخود سر کر دینگے۔ کوئی بات ہے۔ جو اس کے آگے آسان نہ ہوگی۔ ۲۸۔ انکو ہر شے سے مطلع ہے۔
 صمد الہی شہید گوی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَنَحْمَدُہُ

(نمبر ۱)

مستحق کرمی حضرت میر عیاس علی شاہ صاحب زادہ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد ازاں دو قطعہ ہندوی مصرعے پڑھ کر گئے۔ جَعَزَ الْکَلْبُ اللّٰهُ خَیْرًا۔ اموش سگی بابت جو اپنے صاحب زادہ صاحب کو جان صاحب تاکید رکھیں ہے۔ منا عجب ہے۔ ہر آپ بعد سلام سنوں تھی صاحب قدم کی خدمت میں اس عاجز کی طرف سے عرض کر دیں۔ کہ جی اللہ سے آپ کے فرمودہ پر تعمیل ہوگی۔ اور آپ کو خدا جزا دے گا۔ یہ بھی گوارش کی جاتی ہے۔ کہ حقہ سویم کتاب براہین احمدیہ میں جو دس دس سو سو ک بیان ہے۔ وہ آری سماج والوں کے متعلق نہیں۔ آری سماج ایک اور فرقہ ہے جو وید کو خدا کا کلام جانتے ہیں۔ اور دوسری کتابوں کو حقوۃً یا اللہ انسان کا اختراع سمجھتے ہیں۔ اس فرقہ کے روئے لئے کتاب براہین احمدیہ میں دوسرا مقام ہے۔ لیکن دس دس سو سو حقہ سویم میں لکھے گئے ہیں۔ وہ برہمن سماج والوں کا فرقہ ہے۔ یہ ایک اور فرقہ ہے۔ جو کلکتہ اور ہندوستان کے اکثر مقامات میں پھیلا ہوا ہے۔ اور لاہور میں بھی موجود ہے۔ یہ لوگ کتاب الہامیہ کا انکار کرتے ہیں۔ اور اگرچہ ہندو ہیں۔ مگر وید کو نہیں مانتے۔ نہ اس کی تعلیم کو عمدہ سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ آری سماج والوں کی نسبت بہت ذی علم اور فانا ہوتے ہیں۔ اور کئی اصول ان کے سماج سے ملتے ہیں۔ مثلاً یہ تناسخ کے قائل نہیں۔ بہت پرستی کو برا سمجھتے ہیں۔ خدا کو صاحب اولاد اور متولد ہونے سے پاک سمجھتے ہیں۔ مگر کتاب الہامیہ کے منکر ہیں۔ اور اللہ مقرر ایسی باتوں کا نام رکھتے ہیں۔ جن کو انسان خود عقل یا فکر کے ذریعہ سے پیدا کرے۔ یا معمولی طور پر اس کے دل میں گزر جائیں۔ اور انبیاء کی متابعت کو ضروری نہیں سمجھتے۔ اور صرف عقل کو کافی قرار دیتے ہیں۔ اللہ ربانی سے انکار کرنا ان کا ایک مشہور اصول ہے۔ جیسا رسالہ براہین احمدیہ میں جو پنڈت شیو تارائن کی طرف سے شائع ہوا تھا۔ چھپتا رہا ہے۔ چونکہ ہندوستان میں ان کی جماعت بہت پھیل گئی ہے۔ اور ان کے وسوسے صحرانہ تعلیم یافتہ لوگوں کو بہت اثر پہنچتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَنَحْمَدُہُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَنَحْمَدُہُ

اور سوچ رہے۔ اس لئے ضرور خاکسار کا تذکرہ لکھا جاوے۔ اور ان کا کتب الہامیہ سے انکار کرتا
ایسا جڑو ہے۔ جیسا ہمارا کلام لا اِلهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ۔ عرض آریہ سلج ایک
الگ فرقہ ہے۔ جو بہت ذلیل اور ناکارہ خیال رکھتا ہے۔ اور وہ عقل کے پابند نہیں۔ بلکہ
وہ پرہیٹے ہیں۔ اور بہت سے واپیات اور مزخرفات تک قابل ہیں۔ مگر یہو سلج کا فرقہ ذلیل عقیدہ
پر چلتا ہے۔ اور اپنی عقل تمام کی وجہ سے کتب الہامیہ سے منکر ہے۔ چنانچہ انسان کا عام ہے۔ جو
معتقدات سے زیادہ اور جلد تر متاثر ہوتا ہے۔ اس لئے اطفال و ارس اور بہت سے توفیق
ان کی سولطانی تفریروں سے متاثر ہو گئے۔ اور سید احکامات بھی انہیں کی ایک شل ہے۔
اور انہیں کی صحبتوں سے متاثر ہے۔ پس ان کے دہراگ و سادس کی بچہ کنی کرتا اور ضرور رضا
لاہور کے بہو سلج سے پرچہ رفاہ میں بہ نیت رد حقہ سیدم کہ لکھا بھی شروع کیا ہے مگر حق
محض کے آگے ان کی کوششیں ضائع ہیں۔ عقرب خدا ان کو ذلیل اور رسوا کرے گا۔ اور اپنے
دین کی عظمت اور صداقت ظاہر کرے گا۔ جو منشی احمد جان صاحب نے یہ نصیحت فرمائی کہ تعریف میں
مبالغہ نہ ہو۔ اس کا مطلب اس عاجز کو معلوم نہیں ہوا۔ اس کتاب میں تعریف قرآن شریف اور حضرت
خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ سورہ دونوں وہ درجہ ہے استہام میں۔ کہ اگر تمام دنیا
کے عاقل اور فاضل ان کی تعریف کرتے ہیں۔ تب بھی حق تعریف کا امان نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ہاتھ تک
ذہبت پسند ہیں الہامی جبارت میں کہ جاس عاجز پر خداوند کریم کی طرف سے انکار ہوئی۔ کہہ کہ تعریفیں
ایسی لکھی ہیں۔ کہ جو بظاہر اس عاجز کی طرف منسوب ہوتی ہیں مگر حقیقت میں وہ سب تعریفیں حضرت
خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں۔ اور اسی وقت تک کوئی دوسرا ان کی طرف منسوب ہو سکا
ہے کہ جب تک اس نبی کریم کی متابعت کرے اور جب متابعت سے ایک ذرا موافقہ پھیرے۔ تو پھر
عزت الہی میں گرا جائے۔ ان الہامی جبارتوں میں خداوند کریم کا بھی مشابہ ہے۔ کہ اپنے حق اور اپنی کتاب
کی عظمت ظاہر کرے۔ ہر نو مبرستہ مطاہرین و اہل بیت علیہم السلام۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (نمبر ۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مشتفی کرمی اخویم میرداس علی شاہ صاحب مدد اللہ تعالیٰ۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مخاطب

بہو سلج

انہوں نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے

ایک بڑی مبلغ صحت بابت خریداری دو جلد کتاب پہنچا جو کہ اللہ خیرا و هو صبیح و چری
 کتاب کی مسامی پر نظر کر کے آپ کی قبولیت کا بہت امیدوار ہوں۔ مخصوص ایک عجیب کشف ہے۔
 نمبر ۳۰۔ دس برسہ امیر و مشہور کو یکدم ہٹا آپ کے شریک ہونے لگی ہوئی تھی۔ اور ایک شخص معلوم
 اللہ کی لادوت صادقہ نے بہت پر ظاہر کی۔ جو باشتہ و لودیانہ ہے۔ اس عالم کشف میں اس کا
 نام جو نشان۔ سکونت بغداد پانچویں ایک نمبر کو یاد میں رہا صرف اتنا یاد رہا کہ سکونت خاص لودیانہ اور
 کے بعد اس کی صفت میں یہ لکھا ہوا پیش کیا گیا۔ چار اوقات مشاہدات ثابت و زمرانی اسطوار یعنی
 اس کی لادوت ایسی تھی اور کامل ہے کہ جس میں نہ کچھ ترزل ہے نہ نقصان ہے۔ کئی بار دیوں اور
 ہندول اسبہ دو گوں کو کایں دی گئی ہیں اور وہ کچھ مان گئی کہ ہے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مشفق کریم پر جاس علی شاہ صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بھیدنا خداوند کریم آپ کو
 بہت جزا و خیر و پسے آپ مرگئی سے تائید دین کے لئے مصروف ہیں۔ آپ کی تحریک سے معلوم ہوا۔ کہ
 کافی باجی خان صاحب نے بعض امور امداد و سرور پر بھیجے ہیں۔ خداوندان کو اجر بخشے۔ اس پر آشوب
 وقت میں ایسے لوگ بہت ضرور ہے ہیں۔ کہ اللہ اور رسول کی تائید کے لئے اور غیر بہت دینی کے جس سے
 اپنے دلوں میں سے کچھ بچ کر رہے۔ اور ایک وہ بھی وقت تھا کہ جان کا بچ کر بھی جاری تھا۔ لیکن جیسا کہ
 ہر ایک چیز بھائی ہو کر اس پر گرد و غبار بیٹھا جائے۔ اب اسی طرح اکثر دلوں پر جب دنیا کا گرد بیٹھا ہوا
 ہے خدا اس گرد کو اٹھا کرے۔ خدا اس غفلت کو دور کرے۔ دنیا بہت ہی بے وفا اور انسان بہت
 ہی بے بیاد ہے۔ مگر غفلت کی منت تاریکیوں نے اکثر لوگوں کو اجلیٹکے کھینے سے محروم رکھا ہے۔
 اور جو ایک فسر کے بعد سر اور ہر ایک جز کے بعد اور ہر ایک رات کے بعد دن بھی ہے اس لئے
 تقصیرات کیا آخر فرودانہ بندوں کی خبر لیتے ہیں۔ سو خداوند کریم سے یہی منتا ہے۔ کہ اپنے
 عاجز بندوں کی کامل طور پر دیکھ لیں۔ اور جیسے اُنہوں نے اپنے گزشتہ زمانہ میں طبع طبع کے
 رخصت کئے ہیں۔ وہی اُن کو مرہم مطافرو سے اور اُن کو ذلیل اور رسوا کرے۔ جنوں نے
 نہ کو تاریکی اور تاریکی کو نور سمجھ لیا ہے۔ اور جن کی شوخی حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ اور نیز اُن لوگوں کو
 ہی نادم اور متعطل کرے۔ جنوں نے حضرت احدیت کی توبہ کو جو میں اپنے وقت پر پہلی غیبت

جلد اول

خداوند سبحان اس کا شکر ادا نہیں کیا۔ بلکہ جانوں کی طرح شکر میں ہٹے۔ سو اگر اس عاجز کی زبان پر
 رب العرش تک پہنچ گئی ہیں۔ تو وہ دماغ کچھ دہریس ہیں۔ جو جو محمدی اس دانہ کے اندھوں پر ظاہر
 اور انکی طاقتیں اپنے عجائبات دکھلا دیں۔ اس عاجز کے صادق دوستوں کی تعداد ابھی تین چار
 سے زائد نہیں۔ جن میں سے ایک آپ ہیں۔ اور باقی لوگ ظاہر اور باطن ہیں۔ بلکہ اکثروں کے حالات
 ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ وہ اپنی نیرو باطنی کے باعث سے اس کا رخاندہ کسی کر اور فریب پہنچ گئے
 ہیں۔ اور اس کا مقصد اصلی دنیا ہی قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ خود جیفہ دنیا میں گرفتار ہیں۔ اس لئے کہ
 حال پر قیاس کر لیتے ہیں۔ سو ان کی روگردانی بھی خداوند کی حکمت سے باہر نہیں۔ اس میں کسی
 بہت سی حکمتیں ہیں۔ جو مجھے سے ظاہر ہوں گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ مگر اپنے دوستوں کی نسبت اس
 عاجز کی غیر عاجز کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے صدق کا اجر بخشے۔ اور ان کو اپنی راستقامت میں بہت مضبوط
 کرے۔ جو ہر طرف ایک دہر تک ہوا چل رہی ہے۔ اس لئے صادقوں کو کسی قدر غم ٹھانا
 پڑے گا۔ اور اس غم میں ان کے لئے بہت اجر ہے۔ اور فروری مسئلہ مطابق ۲۰ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انجمن میر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ و نظر اللہ سرعایت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
 بعد از آنکہ دوم کی سعی و کوششوں سے اس عاجز کو بہت مدد ملی ہے۔ یہ خداوند کریم کی
 عنایات میں سے ہے۔ کہ اس نے اپنے مخلص بندوں کو اس طرف ایمانی جوش بٹھایا ہے۔
 سو چونکہ عمل وہی معتبر ہے جس کا خاتمہ بالقریب ہو۔ اور صدق اور وفاداری سے انجام پڑے ہو۔
 اور اس پر فتنہ زمانہ میں اخیر تک صدق اور وفا کو پہونچانا اور بد باطن لوگوں کے وسوسوں
 سے متاثر نہ ہونا سخت مشکل ہے۔ اس لئے خداوند کریم سے التماس ہے۔ کہ وہ اس عاجز کے
 دوستوں کو جو ابھی تین چار سے زیادہ نہیں۔ آپ سکینت اور تسلی بخشے۔ زمانہ شایعہ پر آشوب
 اور فریبوں اور مکاریوں کی افراط سے محفوظ اور برکتوں کو افراط تک پہنچا دیا ہے۔ اب
 زمانہ میں صداقت کی روشنی ایک نئی بات ہے۔ اور اس پر وہ ہی قائم رہ سکتے ہیں جن کے
 دلوں کو خداوند کریم آپ مضبوط کرے۔ اور چونکہ خداوند کریم کی بشارتوں میں تبدیلی نہیں۔ اس
 لئے امید ہے۔ کہ وہ اس غفلت میں سے بہت سے نورانی دل پیدا کر کے دکھلا دیگا۔ کہ وہ ہر چیز پر

لکھتے ہیں کہ ان مہدوم کی تحریرات کے پرشہ سے بہت کچھ حال صداقت و ثبات اس مہدوم کا ظاہر ہوتا ہے۔ اور ایک مرتبہ بظہر کشفی بھی کچھ ظاہر ہوا تھا۔ شاید کسی زمانہ میں خداوند کریم اس سے زیادہ اور کچھ ظاہر کرے۔ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَرَحِمَهُ اللَّهُ وَبَارِكْ لَهُمْ لَنَا يَوْمَ الْمَعَادِ
 ترجمہ التفسیر: ۱۴۔ فروری ۱۸۸۷ء مطابق ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۸۷ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (مذہب)

میری کرمی افریقہ میر عباس علی شاہ صاحب ملہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اپنے بڑا آپ کا خط جو آپ نے لودھیانہ لکھا تھا پہنچ گیا۔ جس کے مطالعہ سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ بالخصوص اس وجہ سے کہ جس روز آپ کا خط آیا۔ اسی روز بعض عبارتیں آپ کے خط کی کسبیدہ کی پیشی سے بصورت کشفی ظاہر کی گئیں۔ اور وہ حضرات زیادہ آپ کے دل میں ہوں گے۔ یہ خداوند کریم کی طرف سے ایک رابطہ کشفی ہے۔ خداوند کریم اس رابطہ کو زیادہ کرے۔ آپ نے اپنے خط میں مقرر فرمایا تھا کہ ایک برہمن صاحب نے جن کا یہ بیان تھا کہ گویا اس عاجز سے ان کی اصلیت کو سمجھا نہیں۔ یہ بیان سراسر بناوٹ ہے۔ برہمن سنی والوں کے عقائد کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ الہام اور وحی سے منکر ہیں۔ اور خدا کے پیروں کو خقوق ذی اللہ مفتری اور کذاب سمجھتے ہیں۔ اور خدا کی کتابوں کو اختراع انسان کا خیال کرتے ہیں۔ وہ الہام اور وحی کے ہرگز قائم نہیں ہیں۔ اور اپنی اصطلاح میں الہام اور وحی ان خیالات کا نام رکھتے ہیں۔ کہ جو عادی طور پر انسان کے دل میں گڑا کرتے ہیں۔ جیسے کسی مصیبت زدہ کو دیکھ کر رحم نہ کیا کوئی بڑا کام کر کے پھینکا کہ ایسا کیوں کیا۔ یہ ان کے نزدیک الہام ہے۔ مگر وہ الہام اور وحی جو خداوند کریم کے فرستے کسی انسان سے کلام کر رہے اور حضرت احدیت کسی سے مخاطب کر رہے۔ اس پاک الہام سے وہ قطعاً منکر ہیں۔ اور اپنے رب کی اور تعالیف میں پیشہ نکال کر رہتے ہیں۔ مگر اب وقت آپسپا ہے۔ کہ خدا ان کو اور ان کے دوسرے بھائیوں کو دلیل اور رسوا کرے۔ مجھ یاد ہے۔ کہ پنڈت شیونارین سے جو برہمن سراج کا ایک منتخب معلم نے لاہور سے میری طرف ایک خط لکھا۔ کہ میں حقہ سیوم کا رد لکھنا چاہتا ہوں۔ ابھی وہ خط اس کے شہین پہنچا تھا کہ خدا نے بطور مکاتفات مضمون اس خط کا ظاہر کر دیا۔ چنانچہ کئی ہندوؤں کو بتایا گیا اور شام کو ایک ہندو کو بھی جو آدیا ہے ہر اگمان میں بھیجا گیا۔ تاگوا رہے۔ وہی ہندو اس خط کو دکھانے سے اب یہ شخص منکر مذہب (مذہب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لایا۔ پھر میں نے ہندو مت شیو تاراجین کو لکھا۔ کہ میں امام کاظمؑ کو لکھنا چاہتا ہوں۔ خدا سے اُمید ہے کہ
 ذریعہ سے تمہارے خط کی اطلاع دی۔ اور اُس کے مضمون سے مطلع کیا۔ اگر تم کو شک ہے تو خود
 کا دیان میں اگر اُس کی تصدیق کر لو۔ کیونکہ تمہارے ہندو بھائی اس کے گواہ ہیں۔ وہ لکھتے ہیں بہت
 سی تکلیف ہوئی۔ اور اس طرح جلدی فیصلہ ہو جائیگا۔ میں نے یہ بھی لکھا۔ کہ اگر تم صدق دل سے بحث کو
 ہو۔ تو تمہیں اس جگہ ضرور آنا چاہئے۔ کہ اس جگہ خود اپنے بھائیوں کی شہادت سے حتی الامکان پُرکاش
 جلتے لگے۔ لیکن باوجود ان سب تاکیدوں کے ہندو صاحب نے کچھ جواب نہ لکھا۔ اور اس بار سے میں
 دم بھی دھرا۔ اور وہ امام پورا ہوا۔ جو حقہ سیوم میں چھپ چکا ہے۔ **مَسْتَلَقٌ فِي قُلُوبِهِمُ الْمَكِيتُ**
 اب دیکھئے۔ اس سے دباؤ اور کیا معافی ہوگی۔ کہ خداوند کریم عارفین کو نہ صرف شنیدہ پر رکھتا
 پامنا ہے۔ بلکہ یہ دے کے مرتبہ چھوڑنا چاہتا ہے۔ کل صوابی ضلع پشاور سے اس جگہ کے آریہ سراج
 کے نام صوابی آریہ سراج نے نام ایک خط بھیجا ہے۔ کہ حقہ سیوم جلاہدین احمدیہ میں تمہاری
 شہادتیں درج ہیں۔ اس کی اصلیت کیا ہے۔ سو اگرچہ یہ ہندو لوگ اسلام کے سخت مخالفین
 مگر ممکن نہیں۔ کہ سچ کو چھپا سکیں۔ اس لئے فکر میں ہوسٹے ہیں۔ کہ اپنے بھائیوں کو کیا لکھیں
 اگر شرارت سے جھوٹ لکھیں گے۔ تو اس میں روسیائی ہے۔ اور آخر یہ وہ فاش ہوگا۔
 اور سچ لکھنے میں مصداق اپنے دہب کی نہیں دیکھتے۔ اب دیکھنا چاہئے۔ کہ کیونکر یہ سچا
 چھوڑاتے ہیں۔ شاید جواب سے خاموش رہیں۔ یہ اسرار جو خداوند کریم اس عاجز کے ماتھے پر ظاہر
 کرتا ہے۔ عام طور پر اُس کی عادت نہیں تھی۔ جو ان کے اظہار کی اجازت دے۔ بلکہ اسرار ربانی
 کے ظاہر کرنے میں اندیشہ سلب ولایت ہے۔ لیکن ہنس زمانہ میں ان باتوں کا ظاہر کرنا بھائیوں
 ضروری ہے۔ کیونکہ غلامت اپنے کالی کو سپورچ گئی۔ گو دوسرے لوگ اپنی نافرمانی سے اس اظہار
 کو ریاکاری میں داخل کریں۔ یا کچھ اور سمجھیں۔ مگر یہ عاجز اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا۔ کہ لوگ
 کیا کہیں گے۔ اور خداوند کریم نے اس عاجز کو عام فقا کے برخلاف طریقہ بخشا ہے۔ جس میں ظاہر
 کرنا بعض اسرار ربانی کا عین فرض ہے۔ والسلام علیکم وعلیٰ اٰخوانکم وعن

المومنین۔

۳۰ راج ستمبر ۶ مطابق ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۸۵ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

میں نے کئی مرتبہ اس علی شاہ صاحب مدد اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کی
اس کے آثار میں ہی نظر کرتے ہیں کہ انشاء اللہ رو یا مال رو یا حق میرے ہو گا مگر اس بات کے لئے کہ
میں خواب میں جو مسئلہ حل ہو اسے بہت سی محنتیں درکار ہیں خواجہ کے واقعات اس پانی
نے مشاہدہ ہیں جو ہر روز من مٹی کے پچے زمین کے ٹک میں واقع ہے جس کے وجود میں
مگر ٹک نہیں۔ لیکن بہت سی جان کنی اور سخت چاہئے۔ تاہم مٹی پانی کے اوپر سے بجلی دور
کے لئے اور نیچے سے پانی شیریں اور مصفا نقل آوے۔ بہت مردان وہ خدا صدق اور وفا
سے خدا کو طلب کرنا موجب قبول ہے۔ واللہ من جاهد ولنفسنا لنهزمه فقهہ سبحانا۔

گویند سنگ میل شود در مقام صبر
کہی شود ویک بخون جگر شود
گر چہ دھاش نہ بکوشش و ہند
ہر قدر ایدل کہ توانی بکوشش

آپ کی وفات کے لئے میں بھی چاہتا ہوں مگر وقت مناسب کا منتظر ہوں یہ وقت حج بھی قابلہ
نہیں کہ اس کا کٹر حامی جو بڑی خوشی سے حج کرنے کے لئے جاتے ہیں اور پھر دل سخت ہو کر لے جاتے
میں میں کا یہی باعث ہے کہ انہوں نے یہ وقت بیت اللہ کی زیارت کی اور سیرۃ ایک کو شہ
کے اور کچھ دیکھا اور اکثر مجاورین کو صدق اور صلاح پر پابند دل سخت ہو گیا۔ علی ہذا تھا اس
واقعات سمجھائی میں بھی ایک قسم کے ابتلا پیش آجائے ہیں۔ انشاء اللہ۔ آپ کے سوالات کا جواب
جو اس وقت برائے خیال میں آیا ہے مختصر طور پر عرض کیا جا رہا ہے۔ آج سے پہلے یہ سوال کیا ہے
کہ پورا پورا ہم جیسا یاد رکھیں ہو گیا۔ خواب میں کیوں نہیں جوتا۔ اور خواب کا دیکھنے والا اپنی
خواب کو خواب کیوں نہیں سمجھتا سو آپ پر واضح ہو کہ خواب اس حالت کا نام ہے۔ کربب یا مٹ
غیر محسوس مزاجی کہ جو دن پر طاری ہوتی ہے۔ جو اس کا چہرہ باطنی پہنے کا رو بار معمولی سے
محل ہر جگہ ہیں۔ پس جب خواب کو تعطل جو اس لازم ہے۔ تو ناچار جو علم اور امتیاز اور
تفکیر بذریعہ حواس انسان کو حاصل ہو گیا ہے۔ وہ حالت خواب میں باعث تعطل حواس نہیں رہتا۔

الذی

خواب میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے

کہ جب حواس پر غلبہ رطوبت مزاجی مطلق ہو جائے تو بالظہور اس عقل میں بھی
 فتور آ جاتا ہے۔ پھر ملت اس فتور کے انسان نہیں سمجھ سکتا کہ میں خواب میں ہوں یا بیدار
 لیکن ایک اور حالت ہوتی ہے کہ جس سے درباب غلبہ اور اصحاب سلوک کہیں متنبہ اور متعارف
 ہو جاتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ بیاٹ و دام مراغہ و حضور و مستی و شوق و غلبہ محبت ایک حالت
 غیبت حواس اُن پر وارد ہو جاتی ہے جس کا یہ باعث نہیں ہو تا کہ دماغ پر رطوبت مستولی ہو۔ مگر
 اس کا باعث صرف ذکر اور شوق کا استغناء ہو سکتا ہے۔ اُس حالت میں کہ قتل حواس بہت کم ہوتا
 ہے۔ اس جہت سے انسان اس بات پر قنہ ہو سکتا ہے کہ وہ کس قدر بیدار ہے۔ خواب میں نہیں رہتا
 نیز اپنے مکان اور اُس کی تمام وضع پر بھی اطلاع رکھتا ہے۔ یعنی جس مکان میں ہے اُس مکان کو برابر
 شناخت کرتا ہے۔ حتیٰ کہ لوگوں کی آواز بھی سنتا ہے۔ اور کُل مکان کو بحث خود دیکھتا ہے۔ صرف
 کس قدر بیدار غیبت محسوس ہوتی ہے۔ اور جو انسان خواب کی حالت میں اپنے رویہ میں اپنے تئیں
 بیدار معلوم کرتا ہے۔ یہ علم بزرگوار حواس نہیں۔ بلکہ اس علم کا منشا فقط روح ہے۔ دو سرا سوال آپ کا
 یہ ہے کہ فنا اتم اعنی غایت السراج و ضابطہ مواصل میں علم حق پر ہے۔ یا نہیں۔ اول سمجھنا چاہئے
 کہ فنا اتم حین وصال کا نام نہیں۔ بلکہ امارات اور آثار وصال میں سے ہے۔ کیونکہ فنا اتم مراد اُس حالت سے
 ہے کہ حواس حق خلق اور امارات اور نفس سے بکلی باہر ہو جاوے۔ اور فعل اور امارات اپنی ہی بجلی کو
 جاسے۔ یہاں تک کہ اُس کے ساتھ دیکھتا ہو۔ اور اُس کے ساتھ سنتا ہو۔ اور اُس کے ساتھ کُرد
 ہو۔ اور اُس کے ساتھ چھوڑ دے۔ پس یہ تمام آثار وصال کے ہیں۔ حین وصال۔ اور حین وصال ایک
 بچون اور بچگون تو ہے۔ کہ جس کو اہل وصال شناخت کرتے ہیں۔ مگر بیان نہیں کر سکتے۔ خلاصہ کلام
 کہ جب غالب کمال وصال کا خدا کے لئے اپنے تمام وجود سے الگ ہو جاتا ہے۔ اور کوئی حرکت اور کلان
 اس کا اپنے لئے نہیں رہتا۔ بلکہ سب کچھ خدا کے لئے ہو جاتا ہے تو اس حالت میں اس کو ایک روحانی
 نور پیش آتی ہے۔ جو بقا کو مستحکم ہے۔ پس اس حالت میں گو یا وہ بد موت کے زندہ کیا جاتا ہے۔ اور
 خیرات کا وجود اُس کی آنکھ میں باقی نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ غلبہ شوق و مستی الہی سے وہ اپنے وجود کو بھی نابود
 کیا خیال کرتا ہے۔ پس یہ مقام عبودیت و فنا اتم ہے۔ جو غایت میراویا ہے۔ اور اسی مقام میں غیبی
 باذن اللہ ایک نور سا لک کے قلب پر نازل ہو سکتا ہے۔ جو تقریر اور تحریر سے باہر ہے۔ غلبہ شوق کی ایک

حالات اور غیبت

انسان پر حواس وصال

انسان پر حواس وصال

خلافت

میں حالت ہے۔ کہ جو علم یقین اور عین یقین کے مرتبہ سے برتر ہے۔ صاحب مشہود نام کو ایک علم
 رکھنے کے لیے کہ اس علم جو اپنے ہی نفس پر وارد ہو گیا ہے۔ جیسے کوئی آگ میں جل رہا ہے۔ سو اگرچہ وہ بھی
 علم کا ایک علم رکھتا ہے۔ مگر وہ علم یقین اور عین یقین سے برتر ہے۔ کبھی مشہود نام بخیر ہی بلکہ بھی
 بہت پہنچا دیتا ہے۔ اور حالت سکراور میوش کی غلبہ کرتی ہے۔ اس حالت سے یہ آیت مشابہ ہے۔
وَاللّٰهُ يَجْعَلُ لِّلْجَبَلِ جَعَلُهُ وَكَادَ خَرُّهُ مُنْقَلَبًا لیکن حالت نام وہ ہے۔ جس کی
 طرف اشارہ ہے و حاضرا غ البصر و حاضری۔ یہ حالت اہل جنت کے نصیب ہوگی۔ پس ثابت
 ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے آپ اشارہ فرمایا ہے وجوہ یوحنا فاضلہ الیٰہیہا فاضلہ
 واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۰۔ مارج سترہ ۶ مطابق مہادی الاول مسئلہ ۱۰۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا والا نام پہنچا۔ خداوند کریم آپ کو خوش و خرم رکھے۔ آپ و یقین
 متفقین میں سوالات پیش کرتے ہیں۔ اور یہ عاجز و مقلس ہے۔ محض حضرت ارحم الراحمین کی مستاری
 سے اس طرح اور ناچہ کو مجالس مالحون میں فروغ دیا ہے۔ ورنہ من آنم کہ میں نام۔ کا و بار قادر مطلق سے
 میرا ہے۔ کہ نہ عابد نہ عالم نہ زاہد کو بخیر خواہان مومنین کی نظر میں بزرگی بخشا ہے۔ اس کی منایات
 کی کیا ہی بلند شان ہے۔ اور اس کے کام کیے عجیب ہیں۔

پسند یہ گانے بجائے رسند

و اگر تراش چہ آمد پسند

میں آپ کے سول کا جواب کہتا ہوں۔ اپنے حالت غنائی الفناء کے یہ تعریف لکھ کر کہ وہ ایک ایسی
 حالت ہے۔ کہ جس میں شعور سے بھی بے شعوری ہوتی ہے۔ یہ سوال پیش کیا ہے۔ کہ اس مرتبہ فنا میں کہ جو
 چارم مرتبہ بخیر مراتب فنا ہے۔ اور حالت سکرت میں کیا فرق ہے۔ اور سکرت سے مراد اپنے خواب
 فرقی کیا ہے۔ یعنی ایسا سونا جس میں کچھ خبر نہ ہے۔ سو جو کچھ خدا نے میرے دل میں اس کا جواب ڈالا ہے
 وہ ہے کہ سکرت اور غنائی الفناء میں موجب اور علت کا فرق ہے سکرت کی حالت میں موجب اور علت
 ایک حالت ہے۔ جو سکرت سے پیدا ہونے کا باعث ہے۔ وجہ یہ کہ سکرت اسی سے پیدا ہوتی ہے کہ مطلق
 مروجی و مطلق پرست فطرت لیتی ہے۔ یہاں تک کہ باغی قوتوں کو اساد بالیتی ہے۔ کہ انسان بے ہوش ہو کر کو

تاریخ انوار کرامت

جائے۔ اور کچھ ہوش میں رہتی۔ پس وہ چیز جس سے حرکت ہو کر رہتی ہے۔ ایک حالت ہے۔
 اصل حقیقت میں متاثر اور متانی واسطہ اس کی حالت ہے۔ جس کا غلبہ ایک گہرائی حالت نفس پر طاری ہو جاتا
 ہے۔ اور اس کے احساس کو اس قدر قفل اور سیکاری میں ڈالتا ہے۔ کہ اس کو محال بناتا ہے۔ وہ حالت
 کچھ بھی یاد نہیں رہتا۔ لیکن فانی الفنا کی حالت کا موجب اور علت بننے سے ایک طور پر
 تبدیلیات صفات اکیسہ بعض اوقات بعض نفس خاص میں کیفیت ایک درجہ تک پیدا کر دیتی ہے
 جس کے باعث سے شعور سے بے شعوری پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے ایک نہایت لطیف اور
 عطر کثرت ایک مکان میں رکھا ہوا ہو۔ تو ضعیف الرائح آدمی کی بعض اوقات قوتِ شائستہ
 کثرت طربو سے مغلوب ہو کر ایسی بے حس ہو جاتی ہے۔ کہ کچھ شعور اور حس طربو کو اپنی
 نہیں رہتا۔ غرض سکریت کی حالت پیدا ہو سکتے ہو۔ مؤثر اور موجب ایک کیفیت ہے
 اور فانی الفنا کی حالت پیدا ہونے کے لئے مؤثر اور موجب ایک نور ہے۔ اس کی مثال
 ہے۔ کہ چشم بینا کے لئے دو طور کے رافع رویت ہوتے ہیں۔ یعنی دو جگہ ایک جگہ
 انسان کی آنکھ دیکھنے سے رہ جاتی ہے۔ ایک قوتِ انوار میں اس کی وجہ سے نورِ شائی
 محبوب ہو جاتا ہے۔ اور دیکھنے سے رک جاتا ہے۔ اور کچھ دیکھ نہیں سکتا۔ یہ حالت ہم کثرت
 کی حالت سے مشابہ ہے۔ دوسری رافع بصارت سمیت روشنی ہے کہ جو لوہہ اپنی شدت
 اور تیزی شعاع کے آنکھوں کو رویت کے فعل سے روکتی ہے۔ اور دیکھنے سے بند کر دیتی ہے
 جیسے صورت اس حالت میں پیش آتی ہے۔ کہ جب عضو بصارت کو ٹھیک ٹھیک سوچ کے
 مقابلہ پر رکھا جائے۔ یعنی جب آنکھوں کو آفتاب کے سامنے کیا جائے۔ کیونکہ یہ بات ضابطہِ ربوبی
 ہے۔ کہ جب آنکھ آفتاب کے سموات میں ٹٹکی باندھے یعنی آفتاب کی آنکھ اور انسان کی آنکھ سامنے
 سامنے ہو جائیں۔ تو اس صورت میں بھی انسان کی آنکھ فعل بصارت سے بالکل معطل ہو جاتی ہے
 اور روشنی کی شوکت اور جہیت اس کو ایسا دباتی ہے۔ کہ اس کی تمام قوتِ بینائی اندر کی طرف
 بھاگتی ہے۔ پس یہ حالت فانی الفنا کی حالت سے مشابہ ہے۔ اور اس فقدانِ رویت میں
 جو وہ حواسِ طاقت اور نور کی وجہ سے غور میں آتا ہے۔ سکریت اور فانی الفنا کا فرق سمجھنے
 کے لئے یہ انمول ہے۔ کہ اس پر باطنی کیفیت جس کا موجب تبدیلیات اکیسہ اور جذبات ہیں

من یشاہ۔ آپ اتباع طریقہ مسنونہ میں بہ لحاظ بدیع قائم رکھیں کہ ہر ایک عمل رسم اور عادت کی
 آلودگی سے بچیں۔ چنانچہ ہر جگہ اور جگہ کی محبت کے پاک فرائض سے جوش مارے شکار و شریف سے
 طور پر درپہ میں کہ جیسا عام لوگ غلطی کی طرح پڑھتے ہیں۔ نہ ان کو جناب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 علیہ وسلم سے کچھ کامل غلوں ہوتا ہے۔ اور نہ وہ حضور تام سے اپنے رسول مقبول کے لئے برکات الہی
 آگتے ہیں۔ بلکہ درود شریف کے پہلے اپنا یہ مذہب قائم کر لینا چاہئے۔ کہ رابطہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 اس درجہ تک پہنچ گیا ہے۔ کہ ہرگز اپنا دل یہ تجویز نہ کر سکے۔ کہ ابتدا اور ماننے سے اشتہار کوئی ایسا نہ ہو
 بشر کر رہا ہے۔ جو اس مرتبہ محبت سے زیادہ محبت رکھتا تھا یا کوئی ایسا فرد آئے واللہ۔ جو اس
 سے ترقی کر گیا۔ اور قیام اس مذہب کا اس طرح پر ہو سکتا ہے۔ کہ جو کچھ صباں صادق آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی محبت میں مصائب اور شوائب اٹھاتے رہے ہیں یا آئندہ اٹھا سکیں۔ یا جن جن مصائب کا نازل
 ہوا عقل جو بزرگ سکتی ہے۔ وہ سب کچھ اٹھانے کے لئے دل صدق سے حاضر ہو۔ اور کوئی ایسی مصیبت
 عقل یا قوت و اہم پیش نہ کر سکے۔ کہ جس کے اٹھانے سے دل ٹرک جائے۔ اور کوئی ایسا حکم عقل
 پیش نہ کر سکے۔ کہ جس کی اطاعت سے دل میں کچھ روک یا انتہا پید ہو۔ اور کوئی ایسا مخلوق مل میں
 جگہ نہ رکھتا ہو۔ جو اس جنس کی محبت میں حق دار ہو۔ اور جب یہ مذہب قائم ہو گیا۔ تو درود شریف
 جیسا کہ میں نے مذہبی بھی سمجھا یا تھا۔ اس غرض سے پڑھنا چاہئے کہ تا خداوند نہ کریم اپنی کامل برکات
 اپنے نبی کریم پر نازل کرے اور اس کو کام کام کے شریعت پر کنوں کا بناوے۔ اور اس کی ہر نگاہ
 اس کی شان و شوکت اس عالم اور اس عالم میں ظاہر کرے۔ یہ وہ عارضہ تام سے ہونی چاہئے۔ جیسے کوئی
 اپنی مصیبت کے وقت حضور تام سے دعا کرتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ تضرع اور التماس کی جائے۔ اور کچھ
 اپنا حق نہیں رکھنا چاہئے۔ کہ اس سے کچھ کو خواب ہو گا۔ یا یہ درجہ لیگا۔ بلکہ غافل رہی قصود و خواہئے کے برکات
 کا کہ آئندہ حضرت رسول مقبول پر نازل ہوں۔ اور اس کا جلال دنیا اور آخرت میں بیکے۔ اور اسی مہذب
 پر اتفاقاً ہمت چاہئے۔ اور دن رات دوام توجہ چاہئے۔ یہاں تک کہ کوئی مراء اپنی دل میں اس سے زیادہ
 نہ ہو۔ پس جب اس طور پر درود شریف پڑھا گیا۔ تو وہ رسم اور عادت سے باہر ہے۔ اور جانتے اس
 کے عجیب انوار و ہوں گے۔ اور حضور تام کی ایک بھی نشانی ہے۔ کہ اکثر اوقات گریہ و بکا ساتھ شان ہو۔
 اور یہاں تک یہ توجہ رنگ اور ریشہ میں تاثیر کرے کہ خواب اور بیداری یکساں ہو جاوے۔ چنانچہ

تاریخ میں کس نے خداوند کریم سے صد مرتبہ قرآن شریف پڑھا کرنا ہے۔ اور اپنے تفریق کے لئے فرمایا ہے۔ **وَأَكْفُرْ بِالصَّنَاقِ وَالصَّلَاةِ**۔ یہ بھی رسم اور عادت کے پیرائے میں کچھ چیزیں ہیں۔ اس میں بھی ایسی صورت پیدا ہونی چاہئے۔ کہ مصلیٰ اپنی صلوٰۃ کی حالت میں ایک شیخ دعا کنندہ ہو۔ جو نمازیں بالخصوص دعائے **اٰھدنا اللہ المستقیم** میں مل آہوں سے دل کو صاف کرے۔ دل خالص ہو تو دل خوش سے حضرت احدیت کا فیض طلب کرنا چاہئے۔ اور اپنے دیگر ایک نصیحت یہ ہے۔ اور عاجز اور لاچار سمجھ کر اور حضرت احدیت کو قادر مطلق اور رحیم کریم یقین کر کے رابطہ محبت اور قرب کے لئے دعا کرنی چاہئے۔ اس جانب میں خشک ہونٹوں کی دعا قابل پذیرائی نہیں۔ فیضان سماوی سکھانے کا کفایت بجز اری اور خوش و گریہ و زاری شرط ہے۔ اور یہ استعداد قریب پیدا کرنے کے لئے اپنے دل کو ماسوا اللہ کے شغل اور فکر سے بالکل خالی کرنا چاہئے۔ کسی کا حسد اور غلاوٹ میں نہ رہے۔ بیداری بھی پاک باطن کے ساتھ ہوا و ظاہر کے بے مغز باطن سب فضول ہیں۔ اور جو عمل روح کی روشنی سے نہیں۔ وہ تاریکی اور ظلمت کے خدوالتوحید والتفہید والتمجید و موافق قبل ان توحدا۔ آج حسب تحریر آپ کی ہر صدر روانہ کئے گئے۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۷۷ء مطابق ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۹۷ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مخدومی کریم میر میاں علی شاہ صاحب سلاطین عالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد آپ کا خط ثابت بھی پہنچا۔ آپ کی دلی توجہات پر بہت ہی شکر گزار ہوں خدا آپ کو آپ کے مطالب تک پہنچا دے۔ آمین۔ یارب العالمین۔ غریب سے چند دینا ایک کرو۔ امر ہے جب خدا اس وقت لائیگا۔ تو بعد غیب کے کوئی شخص پیدا ہو جائیگا جو دینی مثبت اور دلی ارادے اس کام کو کرے۔ تمہارے چندہ کو موقوف رکھیں۔ باب بالفعل نوہیا میں اس عاجز کا اتنا ملتی مدد ہے وہیں آپ کے تشریف لے جانے کے بعد چند ہندوؤں کی طرف سے سوالات آئے ہیں۔ اور ایک ہندو صوابی طبع پشاور میں کچھ روٹ لکھ رہا ہے۔ ہندوؤں کی خیر نرائن بھی شاید منقریب اپنا رسالہ بھیجے گا۔ سو اب چاروں طرف سے مخالفت جنبش میں آ رہی ہے۔ سخت کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی دل ٹھہرنے نہیں دیتا۔ کہ میں اس فرقہ اور واجب کام کو چھوڑ کر کس اور طرف خیال کروں۔ الہ شاد اللہ ربی۔ اگر خدا اسے چاہے تو آپ کا

دین کی طرف

کے چند دینا ایک کرو

خدا کی طرف

کسی دوسرے وقت میں دیکھئے۔ آپ کے تعلق جس سے دل کو نہایت خوشی ہے۔ خدا اس تعلق کو مستحکم کرے۔ انسان ایسا عاجز اور بیچارہ ہے۔ کہ اس کا کوئی کام طبع طبع کے پردوں اور حجابوں سے خالی نہیں۔ اور اس کے کسی کام کی تکمیل بجز حضرت احدیث کے ممکن نہیں۔ ایک بات حاجب اللہ ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ وقت ملاقات ایک گفتگو کی اشار میں بت کر کشفی آپ کی حالت ایسی معلوم ہوتی ہے۔ کہ گہرے دل میں انقباض ہے۔ اور غیر آپ کے بعض خیالات جو آپ بعض اشخاص کی نسبت رکھتے تھے۔ حضرت احدیت کی نظر میں درست نہیں۔ تو اس پر یہ الہام ہوا۔ قل حقاً انا بؤھما فاعلم انکم لکنتم لکذبتین۔ سوا اللہ! آپ جو ہر صافی رکھتے ہیں۔ خیار حکمت اشار کو آپ کے دل میں قیام نہیں اس وقت۔ بیان کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا۔ مگر بہت ہی سہی کی گئی۔ کہ خداوند کریم اس کو دور کرے مگر تمہیں نہیں کہ آئندہ بھی کوئی ایسا انقباض پیش آوے۔ جب انسان ایک نئے گھر میں داخل ہوتا ہے۔ تو اس کے لئے ضرور ہے۔ کہ اس گھر کی وضع قطع میں بعض امور اس کو حسب مرضی اور بعض خلاف مرضی معلوم ہوں۔ اس لئے مناسب ہے۔ کہ آپ اس محبت کو خدا سے بھی چاہیں۔ اور کسی نئے گھر کے پیش کرنے میں مضطرب ہوں۔ تا یہ محبت کمال کے درجہ تک پہنچ جائے۔ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک حالت رکھتا ہے۔ جو ماذکی و سیاحت بہت ہی دور پڑی ہوتی ہے۔ دراصل ہر ایک رفیق کو یہی جواب روح کی طرف سے ہے۔ یا یقین کن تسکین یعی صبراً و کیف نصیر علی قائمہ تحفظ یہ خبراً۔ لیکن خداوند کریم سے نہایت قوی امید رکھتا ہے۔ کہ وہ اس غربت اور تنہائی کے ماذ کو دور کرے گا۔ آپ کی حالت قوی یہ ہیں امید کی جاتی ہے۔ کہ آپ ہر ایک انقباض پر غالب آویں گے۔ والا مکر مکر اللہ یعدی من یشاور الی ہر آط مستقیم۔ واسلام علیکم وعلیٰ اہل بیتہ من المؤمنین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مشفق کر می میرے اس علی شاہ صاحب۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج ہر حصہ کتاب آپ کی خدمت میں روانہ کر رہا ہوں۔ چند جند و در بعض یاد دہی مذاق قدیم کی وجہ سے روک کر کے لئے ناکہ پاؤں مار رہے ہیں۔ مگر آپ تسلی رکھیں۔ اور مسلمانوں کو بھی تسلی دیں۔ کہ یہ حرکت ان کی خالی از حکمت نہیں میں امید رکھتا ہوں کہ ان کی اس حرکت اور شغی کی وجہ سے خداوند کریم حصہ چارم میں کوئی ایسا

مخالفین کی جدوجہد خائیت رسوائی کا موجب ہو گا۔ آسمانی سامان شیطانی حرکات سے نہیں بچ سکتے۔ بلکہ اور بھی زیادہ چلتے ہیں۔ اور مخالفین کے اٹھنے کی ہی حکمت سمجھنا ہوں۔ کہ تم ان کے پاس زیادہ چلکے اور جو کچھ خدا نے ابتداء سے مقدر کر رکھا ہے۔ وہ تمہد میں آجائے۔ آپ مومنین کو جو سے متفرق ہوں۔ سبھاویں کہ آپ کچھ عرصہ توقف کریں۔ زیادہ تر دیراسی سے ہے۔ کہ تم خیالات سے آزاد مخالفین کے چپ کر شائع ہو جاویں۔ سو آپ براہ مہربانی کبھی کبھی حالات غیریت آیات سے فرما دے۔ شاد فرماتے نہیں۔ والسلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مخفی و کرمی میر عباس علی شاہ صاحب سلم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دوسرے روز کو میرا اندر پہنچ گیا۔ خداوند کریم آپ کی سہی کا اجر بخشے جو کچھ فساد و فتنہ کا حال نکلا ہے۔ سب واقعی امر ہے۔ اس عاجز کی داشت میں امت محمدیہ پر ایسا فساد و فتنہ کوئی نہیں آیا۔ تمام زمانوں سے زیادہ شیطانی وہ زمانہ تھا جس کی تصویر کے لئے حضرت عاصم امانیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کی ضرورت پڑی۔ صحابہ کرام کی زمانہ تھا جس کی تصویر بنامیں کوئی نہیں گزری۔ اور اس زمانہ کی حالت موجودہ ایک بڑے نبی کے جوش ہوئے کو چاہتی تھی۔ جس کا خلی کوئی نہیں گزرا۔ اور جس پر تمام کلمات نبوت ختم ہو گئے۔ اور جس کی پشت کے زمانہ نے ان تمام تاریکیوں کو دور کر دیا۔ اور وحدانیت کو زمین پر پھیلادیا۔ اور جو کچھ کفر اور شرک میں سے باقی رہا۔ وہ ذلت اور مغلوبیت کی حالت کے ساتھ باقی رہا۔ لیکن چونکہ یہ زمانہ جس میں ہم لوگ ہیں۔ نبوت کے زمانہ سے بہت دور جا چڑا ہے۔ اس لئے دو طور کی خرابی لینے اندر دنی اور بیرونی اس پر محیط ہوتی ہے۔ اندرونی یہ کہ بہت سے لوگوں نے مختلف فرقہ بنائے ہیں۔ جو حقیقت میں خدا اور رسول کے دشمن ہیں۔ بیخود پر باحت اور اتحاد کا غلبہ ہے۔ کہ خدا کے وجود کو اور اس دہرہ عالم کی ہستی کو کوئی مستقل نہیں سمجھتا۔ بلکہ اپنے ہی وجود کو خدا سمجھ بیٹھے ہیں۔ دسی خیال کے غلبہ سے احکام الہی کی تعمیل سے بکلی فارغ ہیں۔ اور شریعت حقانی کو بستر تحفات دیکھتے ہیں۔ اور رسوم اور صلوة پر شلٹا کرتے ہیں۔ ایک دوسرا فرقہ ہے۔ جو بہشت۔ و دوزخ۔ لایک۔ شیطان وغیرہ سبکے منکر ہیں۔ اور دسی تکیہ سے نکالی ہیں۔ باہر ہم مسلمان کہلاتے ہیں۔ غرض اندرونی فساد بھی نہایت درجہ تک پہنچ گئے ہیں۔ اور

بیرونی فسادوں کا یہ حال ہے کہ چاروں طرف سے دشمن ملتے اپنے تیر چھوڑ رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ بالکل اسلام کو نیست و نابود کر دیں حقیقت میں یہ ایسا کپڑا شوب و مان ہے کہ اسلامی زبانوں میں کہیں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ پہلے لوگ صرف غفلت اور کم قوی سے اسلام کے مخالف تھے۔ مگر اب دوقرۃ اسلام سے مخالفت میں ایک تو وہی غافل اور کم توجہ لوگ۔ دوسرے وہ لوگ پیدا ہو گئے کہ جو شرارت اور ہوشیاری عقل کی بد استعمال سے اسلام پر حملہ کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو علوم کی روشنی کا دھوکے کرتے ہیں۔ اور تباعین شریعت اسلام کو کہتے ہیں۔ کہ یہ پورے خیالات کے آدمی ہیں۔ اور یہ سادہ لوح اور ہم دانا ہیں۔ ایسے دونوں میں خداوند کریم کا یہ نہایت فضل ہے کہ اپنے عاجز بندہ کو اس طرف توجہ دی ہے اور دن رات اس کی مدد کر رہا ہے۔ تا باطل پرستوں کو ذلیل اور رسوا کرے۔ چنانکہ جہل کی طاقت کے لئے اس سے بڑا درست حلقہ چاہئے۔ اور قوی تاریکی کے اٹھنے کے لئے قوی روشنی چاہئے۔ اس لئے پیامد کی جاتی ہے۔ اور آسمانی بیانات بھی ملتے ہیں کہ خداوند کریم اپنے بزرگ ہاتھ سے اپنے عاجز بندہ کی مدد کرے گا۔ اور اپنے دین کو روشن کرے گا۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ جو چاہے کہ تھوڑے وقفے کے بعد شروع کی جاوے گا۔ چونکہ یہ تمام کام قوت الہی کر رہی ہے۔ اور اسی کی مدد سے اس میں توقف ہے۔ اس لئے مومنین بخلصین شاید مطمئن رہیں۔ کہ جیسے خداوند کریم کے کمال اور قوی کام ہیں۔ اسی طرح وہ وقتاً فوقتاً کتاب کے حصص کو نکالے گا۔ وھو احسن الخالقین والسلام علیکم وعلیٰ ائوائکم من المومنین۔ ۲۲۔ جنوری سنہ ۱۳۵۷۔ ۴۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۷۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (۱)

مخدومی کریم میر عباس علی شاہ صاحب کرام اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے خایات و کرامات کو پڑھ کر خایت خوشی ہوئی۔ خداوند تعالیٰ حقیقی استقامت سے خط وافر آپ کو بخشے۔ میں آپ کی ذات میں بہت ہی نیک جیتی اور سلامت روشنی پاتا ہوں۔ اور میں خداوند کریم کی نعمتوں میں سے اس نعمت کا بھی شکر گزار ہوں۔ کہ آپ جیسے خالص دوست کے رابطہ پیدا ہوا ہے۔ خداوند کریم اس رابطہ کو اس تہ پر پہنچا ہے۔ جس مرتبہ پر وہ راضی ہے۔ بخدا تمہارا اور او معمولی میں آپ مشغول رہیں۔ تنہا میں بہت سے برکات ہیں۔ بیکاری کچھ چیز نہیں۔ بیکار اور آرام پسند کچھ وزن نہیں رکھتا۔ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

اور میں بھی میری شان کی تعریف

خدا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خدا دمی کریم یا خرم میر عباس علی شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس کتاب
کا حایت نامہ پہنچا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہر حصہ بخیر و برکت چودہری گائے خان و حیدر خان صاحب
کے جائیگے۔ اب حصہ چہارم کے طبع کرنے میں کچھ تاخیر ہوئی توفیق باقی ہے اور موجب توفیق ہے
کہ جو تین جگہ سے بعض سوالات لکھے ہوئے آئے ہیں۔ ان سب جواب لکھا جائے گا۔ یہ عاجز
ضعیف الذلوع آدمی ہے۔ بہت محنت نہیں ہوتی۔ آہستہ آہستہ کام کرنا پڑتا ہے۔ آپ کی
خواب انشاء اللہ تعالیٰ نہایت مطابق واقعہ اور درست معلوم ہوتی ہے۔ اور صحیح ہے۔ جن
لوگوں کو تاویلی رویہ کا علم نہیں۔ ان کو ان تعبیرات میں کچھ تکلف معلوم ہوگا۔ مگر صاحب تجربہ
خوب جانتے ہیں۔ کہ رویہ کے بارے میں اکثر عادات اللہ اس طرح جاری ہے۔ کہ حقیقت کو
ایسے ایسے پردوں اور تشبیہات میں بیان فرماتا ہے۔ مسلم نے انس سے روایت کی ہے کہ
ایک مرتبہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خواب دیکھی۔ کہ عقبہ بن رافع کے گھر کے ایک صحابی
تھا۔ آپ تشریف رکھتے ہیں۔ اسی جگہ ایک شخص ایک طبق رطل بن طاب کا لایا۔ اور صحابہ کو
دیا۔ اور رطل بن طاب ایک خربا کا قسم ہے۔ کہ جس کو ابن طاب نام ایک شخص نے پہلے پہل میں
سے لاکر اپنے باغ میں لگا دیا تھا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعبیر کی۔ کہ
دنیا و آخرت میں صحابہ کی عاقبت بخیر و عافیت ہے۔ اور حلاوت ایمان سے وہ خوشحال اور متبع ہیں
سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ کے لفظ سے عاقبت لگایا اور رافع خدا کا نام ہے۔
اُس سے رفعت کی بشارت سمجھ لی۔ اور خربا کی حلاوت سے حلاوت ایمانی لی۔ اور ابن طاب میں
طاب کا لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں خوشحال ہوا۔ پس اس سے خوشحال ہونے کی بشارت مسمی
غرض تعبیر رو یا میں ایسی تاویلات واقعی اور صحیح ہیں۔ اور آپ کی خواب بہت ہی عمدہ بشارت ہے۔
محافظہ فقر کے لفظ سے یاد آتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ اس عاجز سے خواب میں دیکھا کہ ایک
حالی شان حاکم یا بادشاہ کا ایک جگہ خیر لگا ہوا ہے۔ اور لوگوں کے مقدمات فیصل ہو رہے
ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ بادشاہ کی طرف سے یہ عاجز محافظہ فقر کا عمدہ رکھتا ہے۔ اور جیسے
دفتروں میں مشینیں ہوتی ہیں۔ بہت سی مشینیں پڑی ہوئی ہیں۔ اور اس عاجز کے تحت میں کچھ شخص

خواب و حیدر خان صاحب

خواب و حیدر خان صاحب

بہت محافظہ فخر کی طرح ہے۔ اتنے میں ایک اردو لی دوڑتا آیا کہ مسلمانوں کی مثل پیش ہونے کا
 حکم ہے۔ وہ جلد نکالو۔ پس یہ رویا بھی دالمت کر رہی ہے۔ کہ منایات الکیہ مسلمانوں کی اصلاح
 اور ترقی کی طرف متوجہ ہیں۔ اور یقین کامل ہے کہ اس قوت ایمان اور اظہار اور توکل کو جو مسلمانوں
 کو ڈراموش ہو گئے ہیں۔ پھر خداوند کریم یاد دلانے گا۔ اور سنتوں کو اپنے خاص برکات سے
 متنع کرے گا۔ کہ ہر ایک برکت ظاہری اور باطنی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس عاجز نے
 پہلے لکھ دیا تھا۔ کہ آپ اپنے تمام اور معمول کو بدستور لازم اوقات رکھیں۔ صرف ایسے طریقوں
 سے پرہیز رہیں۔ جن میں کسی نوع کا شرک یا بدعت ہو۔ پھر خدا جل جلالہ وسلم سے اشارتی پر
 مادمت ثابت نہیں۔ تہذیب کے قوت ہونے پر یا سفر سے واپس آکر پڑھنا یا بیٹھنا۔ لیکن تعبت
 میں کوشش کرنا اور کربم کے دروازہ پر پڑے رہنا جین سنت ہے واذ کہ اللہ کثیر العطا
 قہار۔ کرمی محمد وعلی مولوی عبدالقادر صاحب کی خدمت میں اس عاجز کا سلام سنوں پہنچا دیا
 خداوند کریم کا ہر ایک شخص سے الگ الگ معاملہ ہوتا ہے۔ اور ہر ایک بندہ سے جس طور کا
 معاملہ ہوتا ہے۔ اسی طور سے اس کی نظرت بھی واقع ہوتی ہے۔ اس عاجز کی نظرت پر توجہ
 اور تقویٰ فیض الی اللہ فالجی ہے۔ اور معاملہ حضرت احدیث بھی یہی ہے۔ کہ خود روی کے کاموں سے
 سخت منع کیا جاتا ہے۔ یہ مخاطبت حضرت احدیت سے بار بار ہو چکی ہے کہ وقفہ عالیس
 لکھ بد علم و فکل لشیئہ الی فاعل ذالک عندا۔ سوچ کر بیٹے کے بارے میں اب تک خداوند کریم
 کی طرف سے کچھ علم نہیں۔ اس لئے تکلف کی راہ میں قدم رکھنا جائز نہیں لعل اللہ یحدث
 بعد ذالک امرا۔ مولوی صاحب اخوت دینی کے بڑے بڑے میں کوشش کریں۔ اور انہیں
 اور محبت کے چشمہ صافی سے اس پودہ کی پرورش میں مشغول رہیں۔ تو یہی طریق انشاء اللہ
 بہت مفید ہوگا خلقتم من نفس واحدۃ جیزاد البدن مستغنی لھا استغناء
 البدن کلام و کفرانہ الصدوقین خصوصاً کلام شیخی اجلیسم والنسلا م۔
 مجدد مت خواجہ علی صاحب سلام علیک۔ ابھی مولوی صاحب کا اس جگہ تشریف لانا قیوت
 ہے۔ یہ عاجز حقہ چہارم کے کام سے کسی قدر فراغت کر کے اگر خدا نے چاہا۔ اور قیوت
 صوح میسر آگئی تو غالباً اس کی جاتی ہے کہ آپ بھی حاضر ہوگا و لا ہو کافی بد اللہ و اعلم ما یرید فی الغیب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (مکرم)

مخدومی مکرمی میر عباس علی شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
 آن چندوم کا منایت نامہ ہو چکا۔ خداوند کریم کا کیا شکر کیا جاوے۔ کہ اُس نے اپنے تفضل سے
 قدیم سے آپ جیسے ولی دوست ہم پہونچائے۔ اگرچہ آپ کا اخلاص کامل اس درجہ پر ہے
 کہ اس عاجز کا دل بے اختیار آپ کی دعا کے لئے کھینچا چلا جا سکے۔ پر جس ذات قدیم نے آپ کو
 یہ اخلاص بخشا ہے۔ اُس نے خود آپ کو چن لیا ہے۔ جب ہی یہ اخلاص بخشا ہے۔ وہ ذات
 فضل اللہ یوقدہ من یشاء بخدمت مخدومی مولوی عبدالقادر صاحب بعد سلام مستنون
 عرض ہے کہ جو کچھ آپ سمجھتے ہیں۔ نہایت بہتر ہے۔ دنیا میں دعا جیسی کوئی چیز نہیں
 اللہ صانع العبادۃ۔ یہ عاجز اپنی زندگی کا مقصد علی ہی سمجھتا ہے۔ کہ اپنے لئے اول اپنے
 عزیزوں اور دوستوں کے لئے ایسی دعائیں کرے کہ وہ فتنہ پا رہے۔ کہ جو رب العرش تک
 پہونچ جائیں۔ اور دل تو ہمیشہ بڑھتا رہے۔ کہ ایسا وقت ہمیشہ دستر آجایا کرے۔ مگر یہ بات اپنے
 اختیار میں نہیں۔ سو اگر خداوند کریم چاہے گا۔ تو یہ عاجز آپ کے لئے دعا کرتا رہے گا۔ یہ عاجز خوب جانتا
 ہے۔ کہ تعلق وہی ہے۔ جس میں سرگرمی سے دھلے۔ مثلاً ایک شخص کسی بزرگ کا
 مرید ہے۔ مگر اُس بزرگ کے دل میں اس شخص کی مشکل کشائی کے لئے جوش نہیں۔ اور ایک دوسرے
 شخص ہے۔ جس کے دل میں بہت جوش ہے۔ لہذا وہ اُس کام کے لئے ہورٹ ہے۔ کہ حضرت
 احدیچہ اُس کی رہنمائی حاصل کرے۔ سو خدا کے نزدیک سچا ناہیہ یہ شخص رکھتا ہے۔ جس
 پیری مریدی کی حقیقت یہی دعا ہے۔ اگر مرشد عاشق کی طرح ہو۔ اور مرید معشوق کی طرح۔ تب تک
 لکھتا ہے۔ سینے مرشد کو اپنے مرتبہ کی سلامتی کے لئے ایک ذاتی جوش ہو۔ تا وہ کام کر
 دکھائے۔ سرسری تعلق تک کچھ ہو نہیں سکتا۔ کوئی نبی اور ولی قوت عشقیہ سے خالی نہیں
 ہوتا۔ یعنی اُن کی فطرت میں حضرت احدیچہ بندگان خدا کی بھلائی کے لئے ایک قسم کا مشق
 والا ہوا ہوتا ہے۔ پس وہی مشق کی آگ ان سے سب کچھ کراتی ہے۔ اور اگر ان کو خدا کا یہ حکم
 بھی پہونچے۔ کہ اگر تم دعا اور غمخواری خلق اللہ نہ کرو۔ تو تمہارے اجر میں کچھ قصور نہیں۔ تب بھی
 اپنے فطرتی جوش سے رہ نہیں سکتے۔ اور ان کو اس بات کی طرف خیال بھی نہیں ہوتا۔ کہ ہم کو

اللہ صانع العبادۃ

مخدومی مکرمی میر عباس علی شاہ

صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فیضان

اس جان کنی سے کیا اجر ملے گا۔ کیونکہ ان کے جو خطوں کی بنا کسی طرف نہیں۔ بلکہ وہ سب کچھ
 قوتِ مشیقہ کی ترکیب سے ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **لَعَلَّکُمْ تَتَّقُونَ**
فَعَسَا یُکْرِمُکُمْ فِی حَیَاتِکُمْ۔ خدا اپنے نبی کو کچھ ہاتھ ہے۔ کہ اس قدر غم اور درد کہ تو لوگوں کے سامنے
 جان جلنے کے لئے اپنے دل پر اٹھاتا ہے۔ اسی میں تیری جان جاتی رہے گی۔ سو وہ مشق ہی تھا جس
 سے حضرت علیؑ علیہ السلام نے جان جلنے کی کچھ پروا نہ کی۔ پس حقیقی سیری مریدی کا یہی اصول
 ہے۔ اور صادق اسی سے سناٹے کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ خدا کا قدیمی اصول ہے۔ کہ قوتِ مشیقہ
 بلا توفیق کے دلوں میں ضرور ہوتی ہے۔ تاہم سچے غور کرنے کے لائق ٹھہریں جیسے والدین
 اپنے بچے کے لئے ایک قوتِ مشیقہ رکھتی ہیں۔ تو ان کی دعا بھی اپنے بچوں کی نسبت
 قبولیت کی استعداد زیادہ رکھتی ہے۔ اسی وجہ سے جو شخص صاحبِ قوتِ مشیقہ ہے۔ وہ
 خلقِ اللہ کے لئے حکمِ والدین رکھتا ہے۔ اور خواہ مخواہ دوسروں کا غم اپنے منہ سے ڈال
 دیتا ہے۔ کیونکہ قوتِ مشیقہ اُس کو نہیں چھوڑتی۔ اور یہ خداوند کریم کی طرف سے ایک ایسا تقاضا
 ہے۔ کہ اُس نے بنی آدم کو مختلف فطرتوں پر پیدا کیا ہے۔ مثلاً دنیا میں بادلوں اور جنگجو
 لوگوں کی ضرورت ہے۔ سو بعض فطرتیں جگجگتی ہیں۔ استعداد رکھتی ہیں۔ اسی طرح دنیا میں ایسے لوگوں
 کی بھی ضرورت ہے۔ کہ جن کے ہاتھ پر خلقِ اللہ کی اصلاح ہو کرے۔ سو بعض فطرتیں ہی استعداد
 رکھتی ہیں۔ اور قوتِ مشیقہ سے جبری ہوئی ہوتی ہیں۔ **فَاُحْکِمُوا لَکُمُ الدِّینَ عَلَی الْاَمَلِ قَاصِحًا**
وَدَاطِمًا۔ مولوی صاحب اگر رسالہ بھیج دیں۔ تو بہتر ہے۔ شامیرین صاحب رئیس اور پٹا
 کی طرف انھیں دونوں میں کتاب بھیجی گئی۔ جب آپ نے لکھا تھا۔ گراٹھوں نے پیکٹ
 واپس کیا۔ اور بغیر کھولنے کے اوپر بھی لکھ دیا۔ کہ ہم کو لینا منظور نہیں۔ چونکہ ایک خفیف
 بات تھی۔ اس لئے آپ کو اطلاع دینے سے غفلت ہو گئی۔ آپ کو شش میں تو کل کی باتیں
 رکھیں۔ اور اپنے حفظِ مرتبہ کے لحاظ سے کارروائی فرمادیں۔ اور جو شخص اس کام کا قدر سمجھتا ہو
 یا اہمیت نہ دیکھتا ہو۔ اُس کو کچھ کتنا مناسب نہیں۔ اسی سلسلہ میں لائقِ وجہ شکر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مخدومی مکریمی اخویہ میرزا صاحب زادہ اللہ فی برکاتہم۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آنحضرتؐ کا

لکھا ہوا خط

منائیت نامہ پورنچا۔ سبحان اللہ کیا جوش ہے کہ جو خداوند کریم نے آپ کے دین میں ڈال دیا۔ وہ ایسا ہی آپ کے دوست مولوی عبدالقادر صاحب کے دل میں خداوند کریم بندوں کے فعل اور ان کی تیا۔ کو خوب جاننے ہے۔ جو شخص اُس کے لئے کوئی درد اٹھاتا ہے۔ اُس کا عمل کبھی ضائع نہیں ہوگا۔ اُس کی نظر منائیت اگرچہ دیر سے ظاہر ہو۔ مگر جب ظاہر ہوتی ہے۔ تو وہ کام کر دکھاتی ہے۔ جس کی عاجز بننا کو کچھ امید نہیں ہوتی۔ خداوند کریم آپ کو اس طبع جوش میں مدد کرے۔ اور اپنی منائیت خاص سے ثابت قدری بخشے۔ اور اپنی امت سے محفوظ رکھے۔ اور آپ بھی ثابت قدری۔ لئے دعا کرتے ہیں

حاصل علی کے لئے بخار

کیونکہ ہر شے کاموں میں ابتلا بھی بڑے بڑے پیش آتے ہیں اور انسان ضعیف۔ بیان کی سیاطا تھے۔ کہ خود بخود بغیر منائیت و حمایت حضرت اعدیت کے کسی ابتلا کا مقابلہ کرے۔ پس ثبت اقدام اُسی سے مانگنا چاہئے۔ اور اُسی کے حول اور قوت پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ ہم سب لوگ فیروز کے لطف اور احسان کے کچھ بھی نہیں۔ آجئے کھانا کھا کر بعض لوگ باوہ کوئی کرتے ہیں۔ سو آپ جانتے ہیں۔ کہ ہر ایک امر خداوند کریم کے ماتھے میں ہے۔ کسی کی فضل کوئی سے کچھ بگڑتا نہیں۔ اسی طرح پر عادت اللہ جاری ہے کہ ہر ایک مہم عظیم کے مقابلہ پر کچھ معاند ہوتے چلے آئے ہیں۔ خدا کے نبی اور ان کے تابعین قدیم سے سناٹے گئے ہیں۔ سو ہم لوگ کیونکر سنت اللہ سے الگ رہ سکتے ہیں۔ وہ ایذا کی باتیں جو مجھ پر ظاہر کی جاتی ہیں۔ ہنوز ان میں سے کچھ بھی نہیں۔

حاصل علی کے لئے بخار

کئی مکر و حات در پیش ہیں جس میں خدائی حفاظت مدد کر رہا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اُس کا فعل قابل اعتراض نہیں۔ جو کچھ کرتا ہے۔ بہت اچھا کرتا ہے۔ کسی کی کیا طاقت ہے کہ کچھ بول سکے جیبتک اُس بولنے میں اُس کی کچھ حکمت نہ ہو۔ اور کم سے کم یہی حکمت ہے۔ جن مردوں نے سخاوت کی راہ پر قدم اُڑا ہے۔ ان کے لئے یہ ابتلا پیش آیا ہے۔ اور اس ابتلا پر ثابت قدم رہنے سے وہ اجر پائے ہیں۔

حاصل علی کے لئے بخار

احسب الناس ان یثروا ان یقولوا آمنا وھم لا یقتنون۔ آج قبل تحریر اس خط کے یہ الامام پکار گزب علیکم الخبیث کذاب علیکم الخنزیر منائیت اللہ حافظ اللہ انی معکم واری۔ اللہ بیکاف عیدۃ لہذا اللہ معا قالوا وکان عند اللہ وجیہا۔ ان الامامات میں یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ کوئی ناپاک جمع آدمی اس عاجز پر کچھ جھوٹ بولیگا یا جھوٹ بولا ہو۔ مگر منائیت اللہ حافظ ہے۔ اب سوچنا چاہئے۔ کہ جب ہر ایک موزی اور معاند اور دروغ گو اور بہتان طراز کے شر سے خود

حاصل علی کے لئے بخار

سید محمد علی حسینی

ہے۔ اور کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فیضانِ حضرت ادریس کے ہوا تھا۔ اس لئے دوسرے بیچنے والوں کو کہہ دیا کہ تم لوگ اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے برکت چاہتے ہیں۔ چاہے اعتبار کنوں سے جلد رہا ہے جو ش کے حضرت ادریس کے غیر روحانی جو ش انسانی ذاتی تھے کہ یہ فیضانِ برکت ہی کم ظاہر ہو گیا ہے۔ اور ذاتی محبت کی یہ نشانی ہے کہ انسان کہیں نہ جھگے اور کہیں قبول ہو۔ اور نہ اغراضِ نفسانی کا دخل ہو۔ اور نہ نفسِ امارت کی غرض کے لئے ہر شے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوندِ کریم کے برکات ظاہر ہوں۔ دوسرے اور ان کی بدستور محض تھیں۔ بیکاری کچھ چیز نہیں ہے۔ ہر وقت سرگرمی کی توفیق خداوندِ کریم نے ان کی چاہی ہے۔ بخیرت مولوی عبدالقادر صاحب قاضی خواجہ علی صاحب سلام سون پوچھا دیں۔

خارجون سکتہ مطابق و شعبان سنہ ۱۲۸۵ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مخدومی کرمی میر عباس علی شاہ صاحب۔ سلام علیکم رحمت اللہ وبرکاتہ۔ بعد ازاں خدمت کا سنی دور کو شش کے لئے جانچہ میں تشریف لے جانا خط آمدہ آنخدم سے معلوم ہوا۔ خداوند تعالیٰ ان کو ششوں کو قبول فرماوے۔ جس آیت کو ایک مرتبہ پڑھ کر کشف و کھار گاہ تھا۔ اصلہا

ثابت و فرمائی السجود۔ اس شجرہ حبیب کے آثار ظاہر ہوتے جیسے میں سورۃ المثل فضل اللہ و قدہ من یشاہ فیہ یزید کا جو آپ نے حال لکھا ہے۔ یہ لوگ حقیقتہ میں شمن دین ہیں جو بدعت ان حضراتِ قیام اللہ و صلا۔ لیکن خداوند قادر مطلق کے کام قتل اور قیاس سے باہر ہیں۔ وہ ہمیشہ عاجزوں اور غنیوں اور کمزوروں کو حکیموں اور غنیوں پر قاب کرتا رہا ہے۔ اور آخر کار انہیں کی فتح ہوتی رہی ہے۔ جو خدا کے لئے حکیموں کے ماتھے سے ستارے گئے۔ اور اگر خدا چاہتا۔ تو ستارے دجالتے۔ لیکن یہ اس لئے ضروری تھا۔ کہ خداوند کریم اپنے الطافِ ظہیر کو بصورتِ جلال ان پر متغلی کرے۔ اور نفس کے پوشیدہ حیوں سے ان کو خلاصی بخشنے۔ اور ان پر اس کا تہا ہونا۔ بیکس ہر مذہب و فریق و دلیل ہونا ہے اعتبار ہوتا ثابت کر کے عبودیت حقیقی کی اعلیٰ راب تھ پہنچا دے کسی بشر کی طاقت نہیں۔ کہ جو اپنے مذہب کی و امیات۔ باتوں سے خدا تعالیٰ کے ارادہ کو نافذ ہوتے

کتابات انجلیہ

کتابات انجلیہ

کتابات انجلیہ

روک دیجئے۔ اگر اس کی حکمت کا تقاضا نہ ہوتا۔ تو مزامین اور مخالفین کا وجود تاہو ہو جاتا۔
 پر ان لوگوں کے وجود میں گروہ ثانی کے لئے بڑے بڑے مصالح میں اور بعض کمالات
 ان سکھ اسی پر موقوف ہیں کہ ایسے لوگ بھی موجود ہوں۔ درود شریف پڑھنے کی مفصل
 کیفیت پہلے لکھ چکا ہوں۔ وہی کیفیت آپ لکھ دیں کسی تعداد کی شرط نہیں۔ اس قدر
 کہ ایک گز کی کیفیت صلوات سے دل ملو جو چاہئے اور ایک انشاء اور لذت اور حیا و قلب
 پیدا ہو جائے۔ اور اگر کسی وقت کم پیدا ہو۔ تب بھی بیدل نہیں ہوتا چاہئے۔ اور کسی دوسرے وقت
 کا مقرر ہونا چاہئے۔ اور احسان کو وقت مفاہیث پیش نہیں آسکتا۔ بہرہ سدرہ میسر آوے۔
 اس کو گہریت احمدیہ اور اس میں دل و جان سے مصروفیت اختیار کرے۔ پہلے اس سے آپ کی
 طرف ایک خط لکھا گیا تھا۔ سوچا کچھ اس میں لکھا گیا تھا آپ مبلغ ۵ روپیہ بھیجیں۔ بہرہ مت
 مولوی عبد القادر صاحب سلام مسنون۔ ۲۔ جون ۱۳۵۵ مطابق ۵۔ ۱۱۔ ۱۳۵۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خدیجی مری اویم میر جس علی شاہ صاحب مد اللہ تعالیٰ باسم حکم حضرت اللہ برکاتہ جودہ انور
 دو نماز تہذیب دومے بھی ہو چکی تھیں۔ لکھ کر کام طبع کا شروع ہے۔ سب اشیا کرم کی
 کتابات اور تفصیلات ہیں۔ کہ اس لکھ ۱۵ اور عاہر کے لکھوں کا آپ متولی ہو رہے ہیں
 اگر آپ سے میں گروہ رہ جائے
 اور وہ راتم ہر یکہ است۔

بہرہ مت دیاتہ نے کتاب طلب شہی کی ساہ نہ راستہ اور صدق کے راہ سے جواب لکھا
 بلکہ ان لوگوں کی غیبت و شرارت اور تسخر سے گفتگو کرنا اپنا ہنر سمجھتے ہیں۔ ایک خط بھیجا۔ اور
 خط درجہ شہی کر اکر بھیجا گیا جس کا خلاصہ صرف اس قدر تھا۔ مجھ کو خدا تعالیٰ نے حقیقت اسلام پر
 یقین کامل دلالت ہے۔ اور ظاہری اور باطنی دلائل سے، کچھ پر کھول دیا ہے کہ دنیا میں سچا دین
 دین مذہبی ہے۔ اور اسی جہت سے میں نے غرض خیر خواہی خلق اللہ کی رو سے کتاب کو تالیف کیا
 ہے۔ اور اس میں بہت سے دلائل سے ثابت کرنے دیکھا ہے کہ تعلیم حقانی محض قرآنی تعلیم ہے
 پس کوئی وجہ نہیں کہ میں آپ کے پاس حاضر ہوں۔ بلکہ اس بات کا جوہر آپ کی گردن پر ہے۔ کہ جن

قوی دیوں سے آپ کے مذہب کی بیخ کنی کی گئی ہے۔ اُن کو توڑ کر دکھلاویں۔ یا اُن کو قبول کریں۔ اور ایمان لاویں۔ اقدس ہر وقت کتاب کو مفت دینے کو حاضرینوں۔ اس خط کا کوئی جواب نہیں آیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی حقہ چارم میں اُن کے مذہب اور اصول کے متعلق بہت کچھ لکھا جائے گا۔ اور آپ نگر خط کو چھپادیں۔ تو آپ کو اختیار ہے۔ مولوی عبدالقادر صاحب کی خدمت میں اور نیز قاضی خواجہ علی صاحب کی خدمت میں سلام مستون پہونچے۔ ع۔ جون سنہ ۱۲۰۲ھ۔ مطبعت اشرف۔ شعبان سنہ ۱۳۰۰ھ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد و می کر می انویم میر عباس علی شاہ صاحب سلمہ رو۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جد ہوا اللہ تعالیٰ کے دو عنایت نامہ پہے پہونچے۔ باعث مسرت اور خوشی ہوا۔ آپ کی کوششوں سے بار بار دل خوش ہوتا ہے۔ اور بار بار دعا آپ کے لئے اور آپ کی معاونوں کے لئے دل سے نکلتی ہے۔ خداوند کرم نہایت مہربان ہے۔ اُس کے تعظیلات سے بہت سی امیدیں ہیں۔ اس کی راہ میں کوئی محنت ضائع نہیں ہوتی۔ اپنے لکھا تھا کہ ایک عالم نے فیروز پور میں اعتراض کیا ہے کہ رسول مقبول نے سیر ہو کر کھا لیا ہے۔ لیکن اس بزرگ عالم نے اس عاجز کی تقریر کا فشاء نہیں سمجھا۔ اور نہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سیر ہونے کے معنی سمجھے ہیں۔ طہین اور طہرین کا سیر ہو کر کھانا اُس قسم کا سیر ہونا نہیں ہے۔ جو اُن لوگوں کا ہوا کرتا ہے۔ جن کے حق میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ ایسے کھاتے ہیں۔ جیسے چار ہائے کھا یا کرتے ہیں۔ اور آگ اُن کا کھانا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی وقت سیر ہو کر کھانا اسی طور ہے۔ اور اگر اُس سیری کو اُن لوگوں کی طرف نسبت دی جائے۔ جن کا اصل مقصد احتیاط تھا اور تمتع ہے۔ اور جن کی نگاہیں نفسانی شہوات کے استیغاب تک محدود ہیں۔ تو اُس سیری کو ہم ہرگز سیری نہیں کہہ سکتے۔ سیری کی تعریف میں پاکوں اور مقدسوں کی اصطلاح اور ناپاکوں اور کفر پرستوں کی اصطلاح الگ الگ ہے۔ اور پاک لوگ اسی قدر غذا کھاتے کہ نام سیری کہہ لیتے ہیں۔ کہ جب فی الجملہ حرق جرم دور ہو جائے۔ اور حرکات و سکنات پر قوت حاصل ہو جائے۔ غرض مومن کی سیری یہی ہے۔ کہ استفادہ غذا کھا کر جو اُس کی مشغولیت رکھے۔ اور

الکرام علیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس کی سیر کا قیاس عام لوگوں کی سمجھ پر
 ہے۔ اس لیے اس کی بات لوگوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عظیم کو نہیں کہا
 جاتا۔ اس کے بعد اس سوال کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ غلطی میں ڈال دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کا کسی وقت نہ ہونا کہ میں میرا گویا ہوں۔ ہرگز نہیں کہ قول کا مترادف نہیں کہ گویا ہونا
 کے لیے غلط ہے جس سے اصل مقصود غلطی کا ذکر کیا گیا ہے جو ہر گز نہیں کہ غلطی ہونا کہ
 کام اور کام ہونے کے مراتب خارج کے موافق کہنا چاہیے۔ اور ان کے امور کا وہ سوال ہے قیاس کو
 نہیں ہے۔ وہ درحقیقت اس عالم سے باہر ہوتے ہیں۔ مگر جو بات اسی عالم کے افسانوں سے
 اس شخص صاحب کی کوشش سے حقیقت سے خوش ہوئی۔ خدا کی اور پختہ کتاب سے سب سے
 یہ کہ اس میں سے جو چیز کی ہے کہ ہر چیز پر جو چیز۔ غلطی رسول کا ظاہر ہے نہ غلطی صاحب
 کے اس میں سے یہ بیان کیا ہے۔ کہ وہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔
 اس سے بہت حد تک کہا ہے۔ وہ یہ میں خدا کا بھی اس کی شکل کے وہی ذکر نہیں۔ ہم جائے
 اس کے دل کا بھی ذکر ہے۔ جن باتوں سے وہ بھلا ہے۔ وہ آتش پرستی اور سس پرستی اور
 اند پرستی وغیرہ ہے۔ اور مالک نام نہم اُن کا نہیں چروں کو دیتے کہ ہے۔ اور انہیں کی پرستش
 کے لئے دیتے ترغیب کی ہے۔ اور کئی دفعہ اس طائر کو شایعہ مرحمت الہام ہے کہ وہ گویا
 سے بھرا ہے اور وہ کہ ایک حق و حقیقت اس عاجز کے پاس موجود بھی ہے۔ اور حقیقت
 وہ بات کے وہ بات میں سے بھی سننا ہوں۔ اور جو کچھ اور وہ میں وہ بات لکھا گیا ہے وہ بھی دیکھتا رہا
 ہوں اس صورت میں وہ کہ نہیں ہے۔ جس کی حقیقت وہ شہد وہ۔ اور
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اظہر من الشمس ہے۔ اور انہیں
 کے پرستش بیان کی بھی نہیں۔ اور وہ بات ہے کہ وہ میں کسی قسم کی پرستش کوئی نہیں
 اور کسی چیز کا ذکر ہے جس تک وہ نہایت ہو گیا ہے۔ اور وہ میں کسی قسم کی پرستش کوئی نہیں
 وہاں کے شاعروں کے شعر میں کہ وہ حقوق چروں کی ترجمان میں ہوتے ہیں۔ اور وہ میں یہ کہ
 چینی شروع ہوئی۔ تو اسی راہوں میں تو وہ اور وہ کہ لکھا گیا تھا کہ ان میں میں ساتھ میں گئی
 نہیں۔ اور اس میں سے صرف بلذیم علی جان صاحب جواب دیکھ کر کہ اور وہ رسول علی جان صاحب نے چاہا

آپ کی طرح توفیق نہیں دی گئی۔ خداوند کریم آپ کو دنیا و دین میں اس کا اجر بخش کر اس عاجز کو دکھائے۔ اور وہ تو بقائیت و رحمت کریم و رحیم ہے۔ اور ہرگز ممکن نہیں کہ ایک انسان اخلاص سے صدق سے۔ ثبات سے۔ استقامت سے۔ خالصاً اُس کے لئے کوئی محنت اختیار کرے۔ اور وہ اُس کی محنت کو ضائع کرے۔ اور اُس کا کچھ اجر نہ دے۔ اس جناب میں بلاستہانوں کی محنتیں ہرگز ضائع نہیں ہوتیں۔ اور خالصاً کوشش ہرگز برباد نہیں جاتی جب ایک انسان تمام اخلاص سے خالصاً اللہ سعی بجا لاوے۔ اور ایک مدت تک اُس کی سعی اور کوشش اور محنت اور مشقت کا سلسلہ جاری رہے۔ اور ثابت قدمی۔ و راستگاری اور وفا اور حسن ظن میں کچھ فرق نہ آوے بلکہ اپنے سبب میں انشراح اور اپنی طبیعت میں انقباض پائے۔ اور اپنے کاموں سے خداوند کریم پر کچھ احسان نہ بھیجے۔ تو جانا چاہئے کہ اُس کے اجر کا وقت نزدیک ہے۔ وَاللّٰهُ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِینَ۔ مبارک وہ لوگ جو خدمت کے سیر نہ ہوں۔ اور جلد ہی نہ کریں۔ پھر دیکھیں کہ مولیٰ کریم کیسا قادم نوازد ہے۔ عیالدار ہی کے ترددات آپ کو ہوں گے۔ مگر اُن ترددات کے خداوند کریم بے خبر نہیں۔ جن فکر کی باتوں کو ایک عاجز بندہ رات کو اپنی چارپائی پر لیٹا ہوا سوچا کرتا ہے۔ یا دن کو اپنے گھر میں جا کر بعض وقت یہ تنگی اس پر آنپڑتی ہیں۔ ان سب تنگیوں اور تکلیفوں کو خداوند کریم اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے اور کچھ دقوں تک اپنے بندہ کو ابتلا میں رکھتا ہے۔ پھر یک مرتبہ نظر عنایت سے دیکھتا ہے۔ اور اُس پر وہ دروازے کھولے جاتے ہیں۔ جن کی اُس کو کچھ خبر نہیں تھی و ھو یتولی الصالحین کیا جس کا خدای قیوم۔ قادر۔ مہربان موجود ہے۔ وہ کچھ تم کر سکتا ہے۔ غم اور ایمان کا ل ایک جگہ کبھی جمع نہیں ہوتے۔ اور نہ ہو سکتے ہیں۔ اسلئے

اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھُمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ والسلام ۲۵ جولائی ۱۳۴۲

مطابق ۲۰ رمضان سنہ ۱۳۴۲ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مخدومی مری انوریم میر عباس علی شاہ قضا۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مفتی فضل رسول صاحب کے خط کی نقل سے کارڈ پر منسوخ گئے۔ اور میں نے اُس دل آواز تقریر کو تمام و کمال پڑھا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْھِ رَاجِعُونَ

تمہارا حضور جب میں نے منشی صاحب کے اس فقرہ کو پڑھا کہ اس میں تو میان تو خیر ایسا ہے کہ اور کتابوں میں بھی نہیں ہے۔ وہ یاد کر کے کہ منشی صاحب نے وہ کو تو عید میں بے شکل و مانند قرار دیکر قرآن شریف کی عظمت کا ایک ذرہ باس نہیں کیا۔ اور دوسری سے کہہ دیا کہ جو وہ میں تو عید ہے۔ وہ کسی دوسری کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ اس فقرہ کے پڑھنے سے عجیب حالت ہوئی کہ گویا دین و آسمان انگوٹوں کے آگے سیاہ نظر آتا تھا اللہ تعالیٰ صاحب امتیاز محمدی۔ پھر بعد اس کے منشی صاحب اس عاجز ذلیل غریب تنہا سے پوچھتے ہیں کہ وہ پڑھے ہیں یا نہیں۔ اور اگر وہ نہیں پڑھا تو اب تحقیق سے کسی ویدوان سے دریافت کرنا چاہئے۔ تو اس بات کا جواب منشی صاحب کو کیا کہیں۔ اور کیا کہیں۔ اور کیا معروض بیان میں لادیں۔ جس حالت میں پہلے خط میں لکھا گیا تھا۔ کہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ یا تحقیق نہیں تو اگر منشی صاحب ایک ذرہ اس عاجز سے حسن ظن رکھتے۔ تو بلا فائدہ تقریر کو طول نہ دیتے۔

لیکن اس پُر آشوب و ماز صبر ہم عزیزوں پر کسی حسن ظن کہاں جب خداوند کریم دلوں کو اس طرف پھیرے گا۔ تب نیک دل لوگ اس طرف پھریں گے۔ اس وقت تو گویا جو چاروں ویدوں میں پہلا وید ہے۔ اور سب سے زیادہ شہرک اور معتبر اور مستند الیہ سمجھا گیا ہے۔

جیسے سامنے رکھا ہوا ہے۔ جس کے ساتھ پروفیسر ولسن صاحب کی ایک مختصر شرح بھی ہے۔ اس میں صاحب موصوفے بعد بہت سی تحقیق کے پراسے ظاہر کی ہے۔ کہ آپ نشدین جوید کے ساتھ شامل ہیں۔ وید میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ وید کے تصنیف کے بعد تالیف ہوتے ہیں۔ اور یہ رائے محقق پنڈتوں کی ہے۔ کہ آپ نشدین وید میں سے نہیں

ہیں۔ بہرین پشتک ہیں جو انسانوں نے اپنے پرستوں سے اور اور وقتوں میں اپنے خیال سے لکھے ہیں۔ یہاں تک کہ پنڈت دیانند نے بھی اپنے وید بھاش میں جو ان دونوں میں چھپ رہے ہیں۔ اور ایک پرچہ اُس کا قادیان میں بھی ایک اریہ کے نام آگیا ہے۔ یہی رائے لکھی ہے

اور پنڈت دیانند علانیہ لکھتا ہے۔ کہ آپ نشدین ہرگز وید میں داخل نہیں اور نہ وید کی مجز ہے۔ وہ تو لوگوں نے چھپے سے باتیں بنائی ہیں۔ چوکر پنڈت دیانند اب تک مقام شاہ پور ضلع اریل میں زندہ موجود ہے۔ اور آج پنڈتوں میں وہ وید پور ہے کہ میراثی اور کوئی پنڈت

منشی صاحب

منشی صاحب

کی نفعی صاحب رالت کو ملے ہیں۔ کہ آپ نشہ بین جن کا بطور مقرر و جرم و لکھو
 کیا حقیقت میں وہ یہی نہیں کیا چیز میں اصل بات یہ ہے۔ کہ دانا شکوہ کے
 وقت میں جو ایک مرفوع اور مفعول چیز کی طرح قتل اور مسلمانوں کو اس کی حقیقت کی
 میں نہیں تھی سو جب دانا شکوہ سے ہندو ہندوؤں سے کہہ دیا کہ ترجمہ چاہا۔ تو انہوں نے
 نہ دیا۔ کہ اگر ہم مسلمانوں پر اصل روح کی حقیقت فی ہر کرینگے۔ تو ہمارا پودہ اونچا بنے گا۔
 جس سے کہ اگر بادشاہ کی طرح اس کو بھی عام میں لادیں۔ اور جہاں تک ہو سکے۔ اس کے
 ہاتھ میں بھی کچھ الاموال الیں۔ تو انہوں نے اس کو اوائف سمجھ کر بعض آپ نشہوں کا
 ترجمہ کر لیا اور اسے مکمل کیا۔ کہ وہ ترجمہ بھی صحیح نہیں۔ بہ حال دانا شکوہ نے کمال غلطی
 کھائی۔ کہ آپ نشہوں کو وہ سمجھ بیٹھا۔ اور اس کے بسبب سے خیالات پریشان تھے۔
 جن کی نقشی صاحب کو خبر نہیں۔ چنانچہ اس وقت پر پہلے آلت میں نادل ہول غمی۔ کہ
 اگر بعد اس کی بعض بہ نصیب لے کر کام آئی کو جیسا کہ چاہتے۔ تو نہیں کی تھی۔ اور
 ہندوؤں کے شرک اور غلط گمان کی کاش میں پریشان۔ اب ہم اس بات کو چھوڑ کر
 پر فیض ذکر کی دیکھ کی نسبت رائے لکھتے ہیں۔ وہ اپنی تفسیدی تقریر میں جو وہی تفسیر
 کے پہلے لکھی ہے۔ حریر کہتے ہیں کہ حقیقت میں وہ دیکھ کے کسی فقرہ سے جو ہم نے اب تک
 لکھے ہیں یہ بات ظاہر نہیں ہوتی۔ کہ وہ کے مصنف پیدا کنندہ عالم کے معتقد تھے۔ اور
 ہندوؤں کے پرستش کے دیوتاؤں کو جو وہ میں لکھے ہیں۔ جیسے اگ۔ پانی۔ جات۔ ستیج۔
 ان کی شریعتوں کی عبادت ایسی ہے جس میں ہر مخلوق کی صفات باقی جاتی ہیں۔ اور پھر
 وہ کہتے ہیں۔ کہ خدا آدم کو جو پہلے دانا کے مذہب ہندو کی نشانی ہے۔ اس کا وہ میں مکمل
 ذکر نہیں ہے۔ بلکہ یہ لفظ ان تینوں دیوتاؤں کے نام کا خلاصہ ہے۔ یعنی برہما کے اظہر کا
 وقت پہلے۔ اور دشن کی داؤ لی گئی۔ اور متادیر کا تم یا گیا۔ ان تینوں کے جوڑ سے آدم
 بن گیا۔ اور ہم ہندوؤں کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ کہ آدم کا لفظ برہما۔ دشن۔ متادیر کے نام سے
 ایک ایک حرف نیکرنا یا گیا ہے۔ اور ہندوؤں کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ کہ آدم کا لفظ برہما
 مذہب کا رہا ہے۔ کہ وہ ہندی مذہب ہیں جس میں تین مہ توں کی پرستش کا کہ ہے

وید میں نہیں ہے۔ کیونکہ یوں تو وید میں بیسیوں دیوتاؤں کی پرستش کا ذکر ہے۔ لیکن ہندوؤں
 وشن۔ مہادیو کا کہیں نشان نہیں۔ اُن وشن کی پرستش کے لئے ایک شرتی آئی ہے۔ مگر وشن
 وشن کے معنی سورج ہیں۔ سورج وید کے دیوتاؤں میں سے ایک اور سدورج کا دیوتا ہے۔ جس کا
 مرتبہ اتنی دیوتا سے کچھ نیچا اور بعض دوسرے دیوتاؤں سے کچھ اونچا ہے۔ اب دیکھیے۔ منشی صاحب
 اپنے خط میں فرماتے ہیں۔ کہ ہندوؤں میں مادیو وشن کے لئے اوم کا لفظ جو اسم ذات ہی قرار دیا گیا ہے
 کیا انوس کا مقام ہے۔ کہ منشی صاحب نے ایک ناواقف آدمی کی تحریر فضول پر مقلد کی کر کے
 اوم کے لفظ کو اسم ذات مقرر کر دیا حالانکہ ابھی ہم ظاہر کر چکے۔ کہ اوم کا لفظ ان متاخر مشرکین
 ہندو کا، بھلا ہے۔ جنہوں نے ہندو وشن۔ مہادیو کی صورتوں کے پرستش اختیار کی تھی۔ اور
 اب کہتے ہیں۔ ان کی دانشمند ہندوؤں میں سے کوئی بھی اس بات سے ناواقف نہیں۔ کہ اوم
 کا لفظ اسی ترہو رتی کی حرف اشارہ کرنے کے لئے اخراج کیا گیا ہے۔ خدا سے اور خدا کی
 ذات سے اس کو کچھ علاء نہیں۔ بھلا اگر منشی صاحب کے نزدیک یا اسم ذات ہی ہے۔ تو پھر کئی
 ہندوؤں جیسے۔ یا شند۔ مگر اُس کے منہ پر ہندو شاتری صاحب دھیرہ جو اب تک جیتے جاگتے
 موجود ہیں۔ ان کی شہادت اپنے بیان پر پیش کریں۔ واضح ہے کہ ہندوؤں میں دو قسم کے
 مخلوق پرست ہیں۔ ایک تو وہ جو صرف وید کے دیوتاؤں کو ملتے ہیں۔ اور یہ فرقہ بہت کم پایا جاتا
 ہے۔ اور دوسرے وہ گروہ ہندوؤں سے ترہو رتی کا مذہب ہزاروں برس کے بعد وید کے نکالا
 ہے۔ وہ برہما وشن۔ مہادیو کو ملتے ہیں۔ اور اوم کے لفظ کو بڑا مقدس سمجھتے ہیں۔ کیونکہ
 وہ ان کے دیوتاؤں کے ناموں کی حرف اشارہ کرتے ہیں۔ بہر حال ہماری بحث صرف وید سے متعلق
 ہے۔ اور ہر چند ہم جانتے ہیں۔ کہ اُنپ نشدوں میں بہت سی غلطیاں ہیں۔ اور ہم نے اول سے
 آخر تک اُنپ نشدین خود سے پر ہے ہیں۔ اور اُن کے ذلیل اور غلط خیالات پر بغض خداوندی
 مطلق اطلاع پائی ہے۔ لیکن ہم کو ان کتابوں کی تعقیب سے کچھ بھی عرض نہیں۔ جس حالت میں خود
 ہندوؤں کے محققین اُن اپ نشدوں کو برہمن ہٹک جانتے ہیں۔ تو پھر ہم کو کیا ضرور ہے۔ کہ
 ان میں کچھ زیادہ طول کلام کریں۔ راوید سوان میں جس قدر مخلوق پرستی ہے اُس کو تمام جاننے والے
 جانتے ہیں۔ پہلا وید اتنی کی ہی تعریف سے شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ ۳۲ متر تو اُس کی تعریف میں لکھے

عہ مرتبہ۔ خط عیبی ہو گئے تھے

اور چنانچہ شیخ شترانہ کے صاحبزادے میں ہیں۔ ایسا ہی تھا اہل اہل اور شترانہ کے صاحبزادے کی
 طرف سے کئی شترانہ میں منسوب ہیں۔ اہل اہل منشی صاحب بطور شترانہ چاہیں۔ تو ہم رگوں پر کھینچا شترانہ
 اور کھینچا اور ہیلے شترانہ ایک میں سے چھ شترانہ کھینچے ہیں۔ تا منشی صاحب اپنے اُس
 کھینچے کو یاد کریں۔ کہ جو انہوں نے قرآن شریف کی مکتوبوں اور رگوں اور چاروں سے رب کریم
 کے پاک اہل کامل کام کی شترانوں اور شترانوں کو کھینچی نظر انداز کر کے جلد تر مونسے نکالتے
 اور کھانگہ وید میں بیان توحید ایسا ہے۔ کہ اور کئی ہوں میں نہیں ہے۔ اور میں قبل از بیان یہ بھی
 ذکر کرتا ہوں کہ یہ کتب ابتلا منشی صاحب کو ایسی حادث کی وجہ سے پیش آگئے ہیں۔ کہ چلنے
 خط میں آپ لکھتے ہیں۔ کہ میں ذہنی جھگڑاؤں سے کچھ خلق نہیں رکھتا۔ گویا منشی صاحب اس کام
 کو نظر حقیر دیکھتے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے۔ کہ سدا قرآن شریف ذہنی جھگڑاؤں کے ہی ذکر میں
 ہے۔ اہل جو لوگ نہ لکے نہ پڑے پارسے شترانے انہوں نے انہیں جھگڑاؤں میں جانیں
 دی تھیں۔ جب تک صاحب حق ان جھگڑاؤں میں نہ پڑے۔ دل کا صاف ہوتا ہرگز ممکن نہیں علم
 معانی اہل علم خدا اور علم تفسیر اور علم حدیث ذہنی جھگڑاؤں سے جو شخص ذہنی جھگڑاؤں میں
 سے نفرت کر کے علم لائق حاصل نہیں کرتا۔ اور حق اور باطل میں تمیز کرنے کی کچھ پرواہ نہیں
 رکھتا۔ وہ بڑی خطرناک حالت میں ہے۔ اہل اُس کی سوخا تر کائنات اخذ ہے۔ اب
 وہ شترانہ جن کا وعدہ کیا گیا تھا ہے (۱) میں انکی دیوتاؤں کے جوہر کا بڑا ذکر کرتا ہوں اور
 دیوتاؤں کو تفسیر پنچا لہ الہ اور بڑا شترانہ والہ ہے ماکر تاہوں۔ اب اس جگہ انکی کو ایک
 ایسا دیوتا مقرر کیا کہ جو بطور وکیل کے دوسرے دیوتاؤں کو نذر میں پھونچا ہے (۲) ایسا جو
 بڑا انکی جس کا معاملہ مانہ قدیم اور زمانہ حال کے رشتی کر سہیلے اُسے میں دیوتاؤں کو اس طرف
 متوجہ کرے۔ اس میں بھی ایک کو وکیل مقرر کر اُس سے چاہئے کہ وہ دیوتاؤں کو بھی ہتھوں
 چھوڑان کرے (۳) اسے انکی دیوتاؤں کو یہاں لا۔ ان کو تین جگہ بٹھا کر استعلا۔ اب دیکھتے
 ان شترانہ تیریں میں کچھ خدا تعالیٰ کا بھی ہے لکھتے ہیں پھر ان کے بعد اندر کی بھی ممالک ہے اور
 ایک شترانہ میں مذکور شترانہ کا بیٹا شترانہ ہے۔ اور کو شترانہ کا شترانہ زمانہ میں ایک رشتی
 تھا۔ شترانہ اس کے بیٹے لکھتے ہیں۔ کہ کو شترانہ کا رشتی کے گھر میں اولاد نہیں ہوتی تھی۔ تب

اُس نے اندر دیوتا کی استیثا شروع کی۔ اور بہت تپ چپ کیا۔ اور چونکہ کوئی شے نہ تھی
 میں بیٹا ہوتا مقدر نہیں تھا۔ مگر اندر کو اُس پر رحم آیا۔ تب اندر آپ ہی اُس کی صورت کے جسم میں جا
 پڑا۔ اور تولد پا کر اُس کا پیشا بن گیا۔ جسے اندر کا کوشش کا بیٹا نام رکھا گیا۔ اب مناسب ہے
 کہ فشی صاحب عبدالمعبد صاحب جو اُن کے جسم میں وید کے مہم ہیں۔ ان مشنوں کے
 سمنے پر ہمیں نہ کہو مگر ایک خدا کئی دیوتاؤں پر منقسم ہو گیا۔ اور آگت و تھوا۔ پانی۔ سورج
 چاند کا جسم ہو گیا۔ اور کیونکہ وہ کوشش کا کھر میں پیدا ہوا۔ کیا یہ ایسا امر ہے۔ جو چپ
 سکنا ہے۔ پنڈت دیانند نے ناخوں تک زور لگایا۔ کہ وید میں تو عید ثابت کر سکتے
 مگر آخر ناکام رہا۔ شاید مشہور کا ذکر ہے۔ کہ پنڈت دیانند نے کچھ اجزا وید بھاش کے
 تیار کر کے گورنمنٹ میں بجا اپنے مرید کے بھیجے۔ اور یہ درخواست کی کہ اُس کا یہ پیشا
 جس میں جا بجا سواشیوں کی طرح دیوتا پرستی کی دور از کار تاویلیں لکھی ہیں۔ اور خواہ مخواہ وید کو
 معلم التوحید قرار دینا چاہئے۔ یہ نیورسٹی میں پڑایا جائے۔ گورنمنٹ نے بعض نامی گرامی
 پنڈتوں سے کیفیت طلب کی۔ کہ آیا وید میں مخلوق پرستی ہے یا نہیں۔ تو اُن نے
 بالاتفاق کیفیت لکھی۔ کہ وید میں دیوتا پرستی کی تعلیم ضرور ہے۔ اور دیانند جو کچھ
 تاویل کرتا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہیں۔ اُن دنوں میں یہ تذکرہ اخبار وکیل شہر امرتسر میں بھی
 چھپ گیا تھا۔ اور پھر اس عاجز نے بھی پنڈت دیانند کو لکھا کہ وید کی مخلوق پرستی کی تعلیم
 میں اگر کچھ عداوت ہے۔ تو کسی جگہ یہ ثابت کر کے دکھلا دیں۔ کہ وید میں آگ اور پانی اور سورج اور
 چاند وغیرہ مخلوق چیزوں کی پرستش سے کسی جگہ مخالفت بھی لکھی ہے۔ اور کسی جگہ یہ
 بھی بیان کیا ہے۔ کہ اے بندگان خدا جو کچھ رگوید وغیرہ میں مخلوق چیزوں کی پرستش کا حکم
 پایا جائے اور اُن سے مراد میں مانگی گئی ہیں۔ اور پانی اور آگ اور سورج اور چاند وغیرہ
 سے خدا ہی مراد ہے۔ تم نے دھوکہ رکھنا اور خدا کو واحد لاشریک سمجھنا۔ اور ویدوں میں
 جو مخلوق پرستی کی تعلیم ہے۔ اُس پر کچھ اعتبار نہ کرنا۔ لیکن پنڈت صاحب نے ہرگز ثابت نہ کیا۔
 اور کیونکہ ثابت کر سکتے۔ ویدوں میں تو اس قدر مخلوق پرستی کھلی گھلی بیان ہے۔ کہ کسی کے
 چھپانے سے چھپ نہیں سکتی۔ اتنا میں برہمن سراج والوں سے ویدوں کے پٹھنوں میں برہمنی

میں سے کچھ سکھانے کے بعض نامی گرامی آدمیوں نے بڑی محنت سے دیروں کو پڑھا۔
 نیز انکار انہوں نے بھی یہ لے کر ظاہر کیا کہ وہ مخلوق پرستی سے بھرا ہوا ہے۔ ابھی
 پندرہت خیردائیں نے تہذیب سے ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس میں اصل طور پر بیان کیا ہے۔
 کہ وہ میں مخلوق پرستی کی تعلیم کرتے ہیں۔ اور نیز کچھ علماء اعمہ ہوا ہے۔ کہ گورنریٹی نے ہندوؤں
 کی تاریخ میں ایک کتاب لکھی ہے۔ اور یہ گورنر اپنی قوم میں فضیلت علمی سے نہایت مستحکم
 اور آرمیل کے قصب سے لکھا ہے۔ اس نے اپنی کتاب کے صفحہ ۶۹ میں لکھا ہے۔ جس کا خلاصہ
 یہ ہے۔ کہ اکثر مقامات میں ہندوؤں میں خدا کا ذکر بھی ہے۔ لیکن ہندو کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ
 خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے بعض کو انسان سے برتر پیدا کیا ہے۔ سو ان دیوتاؤں
 کی پرستش کرنی چاہئے۔ اور وہ دیوتا جن کی پرستش کا وہ میں حکم ہے۔ پانی اور آگ
 اور خاک اور ستاری وغیرہ ہیں۔ اب دیکھئے کہ اس آرمیل نے بھی ہماری برائے سے اتفاق
 کیا۔ پھر پندرہت سو ڈالم پھلوری نے ایک رسالہ بنایا ہے۔ اس میں وہ مخلوق پرستی کے
 مولیٰ پر جاننے بٹ پرستی کا ثبوت بھی دیا ہے۔ لیکن یہ جو سماج والوں نے ان دلائل کو قبول نہیں
 کیا بیان ہے۔ کہ دیروں میں دیوتا پرستی تو ضرور ہے۔ اور ہمیشہ آگ و پانی وغیرہ چیزوں
 کی پرستش کے لئے اس میں مہرچ مکم ہے۔ اور ان چیزوں کی حمد و ثناء ہے۔ لیکن مولیٰ پرستہ
 طور پر اس میں حکم نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ ایہودیوں چند ملے جو اب لاہور میں موجود ہیں۔ اور وہ ہندو
 کو سبکدوش میں پڑھا ہوا ہے۔ اپنی کتاب انکشاف میں تفصیل لکھا ہے۔ ان کی یہ اپنی ہمارے
 کہ ہر تالو جن کا برائن ہندوؤں میں نہیں پایا جاتا۔ مخلوق پرستی کی تعلیم بھی اور کسی جگہ نہیں۔ اس کا
 یہ ہر وقت۔ کہ وہ ایک شخص کی عین نہیں ہے۔ وہ متفرق لوگوں کے خیالات ہیں۔ پس جب مخلوق پرستی
 ماننے والوں نے اپنے کام میں مخلوق پرستی کی تعلیم سے اور جو لوگ کچھ چہرہ پرستہ کرتے تھے۔
 انہوں نے تو عید میں گنگو کی۔ لیکن جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ یہ وہ قیصر ولسن صاحب کی پر اسے
 ہے۔ کہ جہاں تک ہم نے دیروں کو دیکھا ہے۔ ان تمام مواقع میں مخلوق پرستی بھری ہوئی ہے۔
 اور خالق الٰہیات کا نام و نشان۔ اب یہ کہہ دو کہ جن دیروں کا یہ حال ہے۔ کہ اتفاق تمام متفقین کے
 مخلوق پرستی کی تعلیم کرتے ہیں۔ ان کی حریف کرتے وقت یہ آئے اور چاہئے۔ اور جو خدائی

لکھتے ہیں کہ عزیزوں میں صاحب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے غمور کی
بشارت تھی۔ ان باتوں کو منشی صاحب پر شیدہ رکھیں تو بہتر ہے۔ تا محالہ خواہ مخواہ ہنسی
نہ کر رہے۔ ان دنوں میں وہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ کسی جگہ دستیاب نہ ہو۔ جیسا کہ کتب فروشیوں
کی دوکان میں پائے جاتے ہیں۔ حداد آدمی وید خان ہیں۔ یہاں تک کہ اس عاجز کے گانو
کے قریب ایک دھقان چاروں وید پڑھ کر اگلی ہے۔ اور وید اس کے پاس موجود ہے۔ کئی دفعہ
اس کا کچھ سے بات بھی ہو ہے۔ رگوید اس عاجز کے پاس بھی موجود ہے۔ اور پندرہ روز
اور بعض اور پندرہ دنوں کے کچھ کچھ اجزاء وید بھاش کے بھی موجود ہیں۔ اور اگر یہ وہ نے بھی بڑی
محنت سے ویدوں کو ترجمہ کی ہے۔ منشی صاحب کا خیال تھا کہ اس قسم کا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو
ابوالفضل نے آئین اکبری میں ایک قفقہ لکھا ہے۔ کہ اکبر بادشاہ کے وقت دکن کی طرف سے
ایک پندت آیا اور اس کا دعویٰ تھا کہ ویدوں میں کھر خریف لکھا ہوا ہے۔ بادشاہ نے بڑے
برصہ پندت اکٹھے کئے۔ تا دیکھیں کہ اگر فی الحقیقت کھر طیبہ وید میں لکھا ہوا ہے۔ تو پندتوں
کی طرف سے لے یہ بڑی جنت ہوگی۔ جب پندت جمع ہوئے تو ان کی کو وہ موقع دکھایا گیا۔ تو
اس کے کچھ اور بھی سمجھنے لگے۔ جس کو کھر طیبہ سے کچھ علاوہ نہیں۔ تب بڑی ہنسی ہوئی اور
وہ پندت جو ایسا دھوسے کرتا تھا بڑا شرمندہ ہوا۔ آپ کی تائید کی وجہ سے یہ لکھا گیا۔ تو اب
مگر جلی خان صاحب کو کسی موقع پر اس عاجز کی طرف سے قرایت کریں۔ دینا سمیبت غائب ہے۔
خداوند کریم اس سمیبت عظمیٰ کا ان کو اجر بخشے اور صبر حیل عطا فرماوے۔ ۱۱۔ جولائی سنہ ۱۳۰۳ مطابق

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خدیو کو می میر عباس علی شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بوند از انانیت نامہ پہونچا۔ منشی صاحب کے خیالات اگرچہ بہت ہی حیرت انگیز
ہیں۔ پر اس پر کتنہ زماذ میں چلے تعجب نہیں۔ خداوند کریم رحم کرے۔ منشی صاحب جو پندتوں کی
کئی کتابوں کا حال دیتے ہیں۔ ان کو یہ بھی خبر نہیں کہ اکثر ان کتابوں میں سے اردو میں بھی ترجمہ ہو چکی
ہیں۔ اور منو کا دھرم شاستر تو سرکاری طور پر ترجمہ ہو کر دلا کی امتحان کتابوں میں داخل ہے۔

میں نے فریقہ کی ہوئی جاہا موجود ہے۔ اور ایک ہندوستان اس کو ظلم میں بھی کر دیا ہے۔
 یہ وہی ہے اور انہیں وہ بھی کچھ پریشانی دلائی نہیں ہے۔ بلکہ اگر یہ سچ والوں کی دستاویز
 ہوئی ہو تو میں اس سے اندر سے اندر انہیں اور رگ اور بکرا دانت کے پاس موجود ہیں۔ اور اس کے
 یہ عجیب و غریب ہے۔ ایک طرف اگر وہ اس سے بھی دیکھیں کہ اس کی زندگی میں ترمیم کر دیا ہے۔
 یہ سچ سچ ہے اس کی حقیقت پر سچ ہے۔ کچھ دھڑک دھڑک میں بھی ترمیم ہو چکی ہے
 یہ کیا ممکن ہے کہ یہ تمام لوگ اتفاق کو کے ایک پیشگوئی جو یہ میں میرے دماغ میں بھی چھپنے
 پر ممکن نہیں۔ جس کے مقتول کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ وہ میں کسی قسم کی پیشگوئی نہیں
 یہاں تک کہ پڑت و یا نہ کہ مقتول ہے۔ کہ وہ میں حاکم ہندو کرشن وغیرہ کے پیدا ہونے کی
 بات بھی کوئی ذکر نہیں۔ اور یہ بات اور بھی عجیب ہے۔ کہ پہلے منشی صاحب نے دھڑکے
 کیا ہے۔ کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد و بیعت کی خبر
 دہری میں لکھی ہے۔ پھر اب یہ دھڑک ہے۔ کہ چاروں اور پانچویں میں بھی لکھی ہے
 یہ جتنا ہمارے منشی صاحب کو بحث براہ کاشقی نہیں۔ ورنہ چاروں اور پانچویں میں بھی لکھی ہے
 کے وہ وہ بڑی بڑی غامض بات ہے۔ اب اس سے کہہ کر کہ وہ ان کے حق میں
 دھڑکے ہو کر ہیں۔ اور جو کچھ منشی صاحب نے کہا تھا وہ سب لکھی ہیں۔ اور ان کی تائید میں شروع کا
 حوالہ دیا ہے۔ ان کے جواب میں یہ اس کے کیا کہا جائے۔ کہ اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم من ینبع غیرہ الا سلام دنیا
 قلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخیرین۔ چارہ ظاہر ان شریف ہے۔
 اور اس کی پیروی بھی جہان میں نبی کے اقرار کوئی ہے۔ اور سادہ منہ تک پہنچا ہے
 من کان فی صدقہ الحقا فھو علی الاخرۃ الحقا وھو علی صلی اللہ علیہ وسلم۔ جو
 شخص سادہ حق کے حصول کے لیے اپنی کوشش کرے اور صوفیوں کی مثال میں
 پہنچا ہے۔ اس پر نبوی رافع ہو جائے گا کہ اپنی نعمتوں کے حاصل کرنے کے لئے
 ایک ہی راستہ ہے۔ یعنی یہ کہ ثابت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
 کی افکار کی جائے۔ اور تسلیم قرآن کو اپنا سرمد اور ہر پناہ جائے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اگرچہ

یہ وہی ہے اور انہیں وہ بھی کچھ پریشانی دلائی نہیں ہے۔ بلکہ اگر یہ سچ والوں کی دستاویز ہوئی ہو تو میں اس سے اندر سے اندر انہیں اور رگ اور بکرا دانت کے پاس موجود ہیں۔ اور اس کے یہ عجیب و غریب ہے۔ ایک طرف اگر وہ اس سے بھی دیکھیں کہ اس کی زندگی میں ترمیم کر دیا ہے۔ یہ سچ سچ ہے اس کی حقیقت پر سچ ہے۔ کچھ دھڑک دھڑک میں بھی ترمیم ہو چکی ہے یہ کیا ممکن ہے کہ یہ تمام لوگ اتفاق کو کے ایک پیشگوئی جو یہ میں میرے دماغ میں بھی چھپنے پر ممکن نہیں۔ جس کے مقتول کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ وہ میں کسی قسم کی پیشگوئی نہیں یہاں تک کہ پڑت و یا نہ کہ مقتول ہے۔ کہ وہ میں حاکم ہندو کرشن وغیرہ کے پیدا ہونے کی بات بھی کوئی ذکر نہیں۔ اور یہ بات اور بھی عجیب ہے۔ کہ پہلے منشی صاحب نے دھڑکے کیا ہے۔ کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد و بیعت کی خبر دہری میں لکھی ہے۔ پھر اب یہ دھڑک ہے۔ کہ چاروں اور پانچویں میں بھی لکھی ہے یہ جتنا ہمارے منشی صاحب کو بحث براہ کاشقی نہیں۔ ورنہ چاروں اور پانچویں میں بھی لکھی ہے کے وہ وہ بڑی بڑی غامض بات ہے۔ اب اس سے کہہ کر کہ وہ ان کے حق میں دھڑکے ہو کر ہیں۔ اور جو کچھ منشی صاحب نے کہا تھا وہ سب لکھی ہیں۔ اور ان کی تائید میں شروع کا حوالہ دیا ہے۔ ان کے جواب میں یہ اس کے کیا کہا جائے۔ کہ اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم من ینبع غیرہ الا سلام دنیا قلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخیرین۔ چارہ ظاہر ان شریف ہے۔ اور اس کی پیروی بھی جہان میں نبی کے اقرار کوئی ہے۔ اور سادہ منہ تک پہنچا ہے من کان فی صدقہ الحقا فھو علی الاخرۃ الحقا وھو علی صلی اللہ علیہ وسلم۔ جو شخص سادہ حق کے حصول کے لیے اپنی کوشش کرے اور صوفیوں کی مثال میں پہنچا ہے۔ اس پر نبوی رافع ہو جائے گا کہ اپنی نعمتوں کے حاصل کرنے کے لئے ایک ہی راستہ ہے۔ یعنی یہ کہ ثابت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی افکار کی جائے۔ اور تسلیم قرآن کو اپنا سرمد اور ہر پناہ جائے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اگرچہ

ہندوؤں اور عیسائیوں میں کئی لوگ دیا ضلع اور جوگ میں وہ محنت کرتے ہیں کہ جس سے
 ان کا جسم خشک ہو جائے۔ ہر برسوں جنگلوں میں کہتے ہیں۔ اور ریاضات شدید بجا
 لاتے ہیں۔ لہذا اس سے بکلی گناہ کش ہو جاتے ہیں۔ مگر کبھی بھی وہ انوار خداوند کو نصیب نہیں
 ہوتے۔ کہ جو مسلمانوں کو باوجود وقت و ریاضت و ترک دنیا و دنیا کے نصیب ہوتے ہیں
 پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ شرائط مستقیم وہی ہے۔ جس کی تعلیم قرآن شریف کرتا
 ہے۔ بلاشبہ یہ سچا راستہ ہے۔ کہ اگر کوئی توبہ نصوح اختیار کر کے دس روز بھی
 قرآنی منشاء کے بموجب مشغولی اختیار کرے۔ تو اپنے قلب پر نور نازل ہوتا دیکھے گا
 یہ خصوصیت دین اسلام کی بڑا استقلال نہیں۔ صفا پاک باطنوں نے اسی راہ سے فیض پایا
 ہے۔ جو لوگ سچے دل سے یہ راہ اختیار کرتے ہیں۔ خدا ان کو ہرگز ضلالت نہیں کرتا اور ان
 میں وہ انور پیدا کر دیتا ہے۔ جس سے ایک عالم حیران رہ جاتا ہے۔ بجز اس کے سب حجاب
 ہیں۔ جو ان لوگوں کو پیش آئے۔ جن کا سلوک کمال تک نہیں پہنچا تھا۔ کاش! اگر
 وہ زندہ ہوتے۔ تو ان کی حقیقت ان کے تابعین پر کھل جاتی۔ کئی ایسی مرکب ہیں۔ جن
 کی جودہ قریض کی گئی ہیں۔ لیکن کاموں کا نشان ہی ہے۔ کہ وہ اپنے نبی معصوم کی پوری اپنی
 متابعت اختیار کرتے ہیں۔ اور اُس کی محبت میں جو ہیں۔ سلم اور غیر سلم میں مزاج فرق ہے
 اور کوئی ایسا طالب نہیں جس پر یہ فرق ظاہر نہ ہو سکے پھر مشکل تو یہ ہے کہ بعض
 لوگ کاسب ہی نہیں ہیں۔ دنیا کے لئے کیا کچھ محنت نہیں کرتے۔ ایک چہرہ کا برتن بھی
 دیکھ بھال اور ٹھوک بھرا کر لیتے ہیں۔ تا ایسا نہ ہو کہ کوئی ڈنٹا ہو سکے۔ لیکن دین کا کام
 صرف زبان کے حوالہ کر رکھا ہے۔ اور عمل کے سچے امتنان سے اس کو نہیں اڑاتے۔
 اور انکھ کھول کر نہیں دیکھتے۔ اور دلی اخلاص سے طالب بن کر جستجو نہیں کرتے۔ و
 سيعلم الذين ظلموا انما منقلب فيقلبون۔ و سلا م علیکم
 علی کل من تبع الهدی۔ کہ گشت سلسلے مطابق ہر رمضان منگل
 بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا می مری می عباس علی شاہ صاحب سلام اللہ تعالیٰ اسلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ۔ یوم

[illegible]

کا بائیں اور باریک خیال اس کے سینہ میں جمع ہو رہے ہیں۔ اصل میں وہی اس کا دین ہو گا
 ہے جس کو کسی حالت میں چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اور جب جذبہ عشق اس پر غالب آتا ہے تو
 وہ خیالات کو تپ دق کی طرح رگ وریشہ سے لے کر ہوتے ہیں۔ آسانی جو شہ جاتے
 ہیں۔ خود بعد اس کے عشق ہی ایک پاک دین قلم کر رہے ہیں جو عادت اور رسم کی لادگی سے منز
 ہے۔ اور قصبہ کے گوشے پاک ہے۔ بس نافع اور مبارک دین ہی ہو رہے ہیں۔ جو عشق کے
 بعد آتے ہیں اور جو عشق کے ازل خیالات ہیں۔ وہ بہت سی چیزوں سے بھری ہوئے
 ہوتے ہیں۔ اور حقیقت میں وہ اسی لائق ہیں کہ عشق پر فدا کئے جائیں اور ان کے عوض
 میں وہ ایک خیال کو جو عشق کے مافی مشرق سے نکلتے ہیں۔ اور جو ایک قصبہ اور رسم
 اور عادت کے منزہ ہیں۔ حاصل کئے جائیں اور یہ خیالات ایسی معنی سے نفس پر قابض ہوتے
 ہیں کہ بغیر جذبہ عشق کے ہرگز ممکن نہیں کہ کلمہ سکین۔ دار کا جذبہ عشق پر ہے۔ جو قصبہ
 پر مشغول ہو رہے ہیں۔ اور جب وہ مستطیل ہو رہے ہیں۔ لافس اپنی اندر ولی آتش سے پاک ہوا ہوتا ہے
 اور نفس کے چپے ہوئے جو جب تھے۔ اس سے دور ہوتے ہیں۔ کہ جب عشق انکی کے برکت
 ہونے لگے دل پر دلد ہوئی ہے۔ نقد اعمال حال پر کشود کار موقوف ہے۔ تب ہی صادر
 ہوتے ہیں۔ کہ جب ان کو حرکت دینے والا عشق ہو رہے ہیں۔ کوئی لا غرض فارسی نہیں ہوتی۔ اور
 مجرد اعمال صوری اور عبادات رسمی سے کوئی عقدہ نہیں کھلتا۔ بلکہ جب تک مالک رسم
 اور عادت کی ہر ذرا عزیز سے باہر نہیں آتا۔ وہ خطبہ الہی رہتا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کی طرف
 سے منہ پھیر رہا ہے۔ اور اس کے بفر کی طرف متوجہ ہے۔ جو یہ کہ رسم اور عادت بھی ماسوا اللہ
 ہے۔ اور ہر ایک ماسوا اللہ خدا سے دور ڈالتا ہے۔ اور ماسوا اللہ میں غلغلہ آتا ہے۔ سو
 مالک کے لئے جو استسجیلے لازم ہے۔ وہ یہی ہے کہ رسم اور عادت کے باہر ہو۔ اور
 ہر علوم و نیات سے ماسوا اللہ رسول فتنہ و فتنہا کھینچنا فتنہ و فتنہ
 چل کر ہے۔ تا شفا پاوے اور ایمان حقیقی سے حصہ حاصل کرے مگر انوس کر بہت سے
 ماسوا اللہ ہی اسی سے تباہ ہو رہے ہیں کہ رسم اور عادت کے رنگ میں ایک دوسرے سے

عشق کی حالت

مالک کی حالت

لڑتے رہتے ہیں۔ اور اس حقیقت اور حق میں سے انسان کا دل منحرف رہا ہے۔ اور جس دولت اور سعادت سے باطنی افوس دور ہو رہا ہے۔ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ کیا بد قسمی ہے۔ گئے اے۔

خلق و عالم جلوہ شکر و شرا نہ
عشق بازاں ہر مقام و گیر اند
گرد لائیں گوچہ بیرون نگذریں
ہم سگان کوچہ ادا بہر اند
خدا ایسا نہیں کہ دھوکھا سکے۔ اس کی دلوں پر نظر ہے۔ اور حقیقتوں پر نگاہ ہے۔ وہ سچے اور صادق سے ہرگز خوش نہیں ہوتا۔ اور جب تک بندہ مقام انعام کا حاصل نہ کرے۔ یعنی نہ پہنچے ہی نہ ہو۔ اور افاق اور نفس شرکوں سے بیکسی باہر نہ آجائے۔ تب تک اوقات اللہ اس کی طرف ہرگز متوجہ نہیں ہوتیں۔ تب ہی کمال ایمان پسر آتا ہے۔ کہ جب وہ متوجہ کرے کو ابھی میں نے انعام سے تعبیر کیا ہے۔ انسان منظور کر لیا ہے۔ اور کج خلقانوں خصوصاً کاحشر کے گرد وہ میں داخل ہو جائے۔ اور قیامت اسوم بھی تھی اپنا چہرہ مصفا دکھائی ہے۔ کہ جب یہ موت حاصل ہو جائے۔ حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اور ہر ایک کو جو خالص ہے اس انعام سے بہرہ مند کرے۔ زمانہ سخت زہر تک پہنچ جائے۔ جس سے تمام کار و بار منقلب ہو جائے۔ ہر ایک بابت مالک حقیقی کے اختیار میں ہے۔ ہم عاجز بندوں کا کام عبودیت ہے۔ فتح اور شکست سے مطلب نہیں۔ عبودیت کے مطلب ہے۔ اس راہ میں جنہوں نے بہت سی خدمتیں کیں۔ پھر بھی وہ سیر نہ ہوئے۔ پھر نہیں کیونکہ آرام ہو جنہوں نے اب تک کچھ بھی نہیں کیا سو بجا مناسب غم اور حزن خدا کے سامنے ہے۔ ایسی وہ حال ہے کہ جو صرف بیرونی عملوں پر کفایت نہیں۔ بلکہ بعض انشتاس بجا ناخوشی حملہ بھی کر رہے ہیں۔ لیکن ہم عاجز بندوں کی کیا حقیقت اور بقاء ہے۔ وہی ایک ہے جس نے اپنے عاجز اور ناتوان بندہ کو ایک خدمت کے لئے مامور کیا ہے۔ اب دیکھئے۔ کہ کب تک اس رب العرش علیہ السلام کی آپس پر نوبت ہے۔ آپس کھانا کھا کر بعض اصحاب علماء کی طرف سے یہ فتوے لائے ہیں۔ کہ اتباع کلال اللہ و قال الرسول اور ترجیح اس کی دوسرے لوگوں پر کوئی ہے۔ مگر بندہ عاجز کشت ہے۔ کہ نہ ہے سعادت کہ کسی کو یہ کفر

ماضی ہو۔

گر میں کفرم دست تیر بردن گنہ گین خداوند امیر القیوم پر کفر و بربریاں کین
 حضرت افضل المرسلین غیر المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ
 کر اور اس کے پاک اور کامل حدیث اور خدا کا سچا نواز اور جریب کلام ترک کر کے پھر اور کوشی
 پناہ ہے جس طرف رخ کریں۔ اور اس سے زیادہ کون سا پھر پیار ہے۔ جو ہماری دہلری کرے۔

گر مہر خوشی بد گنہ از رستے دلیرم ان مہر کہ افکتم آن دل گناہم
 من آن نیم کہ چشم بند مہر دستم بد نیم این کو غیر بسیار بد بر ایم
 آپ کسی کی بات کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ اور عاشق صادق کلام قول سے فعل سے وح سے
 ناسے تا بقسمے فنا فی الرسول ہو جائیں۔ کہ سب برکات اس میں ہیں۔ اکثر لوگوں پر عادت اور
 رسم غائب ہو رہی ہے۔ اور بڑی بڑی زمینیں پاؤں میں پڑی ہوئی ہیں سلاہ کوئی اس طرف
 انہیں آسکے۔ مگر جس کو خدا کی فکر لائے۔ سو مہر سے اسکا منظر حق کے جود و جفا کا تحمل کرنا چاہئے
 دنیا اور میں سے کوئی رکھتی ہے۔ جو دنیا سے مشاء ہوتے ہیں مگر خدا کے بند ہیں۔ گو وہ کیسے
 ہی تھا اور غریب ہوں۔ تب بھی خدا ان کے ساتھ ہے ان کا یہ دنیا ہی من ہو مشرف
 گناہیں آپ کے سب دوستوں کو سلام سنیں پس نیچے ہدایت گشتہ ہم مطابق ۱۹ سوال مسئلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خداوندی کری انم ہیز ماس علی شاہ صاحب مد اللہ تعالیٰ۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عابد وملت عالم
 نہیں مگر ہر ایک امر وقت پر موقوف ہے۔ اور آپ میں انما سعادت اور رشد کے ہی ہیں۔ کہ
 آپ کی حقیقت میں ہر نظر ہے اور صدق اور وفادار عن من کا خلق موجود ہے۔ پس یہ وہ چیز ہے
 جس کو موتی کریم کی طرف سے عطا کی جاتی ہیں۔ اس کے لئے استقامت کا عطا ہوتا ہے باقی مقدم
 ہو تب سے خداوند تعالیٰ بنائیت اور کریم کریمیم۔ وہ جس دل میں ایک ذرہ بھی انعام اور صدق
 پاک ہے۔ اس کو ضائع نہیں کرتا آپ بعض اپنے دوستوں کے تیر مال کے دل شکستہ نہ ہوں۔ مولوی
 کی وہ حالت ہے۔ کہ انہوں نے ارادے کے وقت اس عابد کو شہادت عطا کیا۔ اور رنج تار و تکتے

وقت پہنچانا۔ سو ان کی نارادوت قابل اعتبار تھی۔ اور نہ انبیاء اور اہل سنت معتبر ہے۔ ارادوت اور
 قطع ارادوت وہی معتبر ہے جو عملی وجہ البعیرت ہو۔ اور اگر عملی وجہ البعیرت نہیں تو کچھ بھی نہیں
 مسجد کا زینت قرار ہو گیا ہے۔ جو فیصلہ اسی ہے۔ کہ شاید پر سوں کے دن بیٹے بروز شنبہ مسجد کی
 کی طرف نظر کی گئی ہے۔ تو اسی وقت خداوند کریم کی طرف سے ایک اور فقرہ اہم ہوا۔ اور وہ یہ ہے
 قییم بئ کات للناس۔ یعنی اس میں لوگوں کے لئے برکتیں ہیں۔ فَا تَحْصِنُوا لَالِہِ عَلٰی مَا یَاۤئِیْہِ
 ہر حد کی کتابیں مگر چہ اس وقت دہانی پاؤں مگر خاتمہ قریب دو سو کے کتاب باقی ہو گی۔
 فَا لَہِ اَکْثَرُ مَعْرِفَہِمْ فَنَحْنُ الْغَیْبُ کی شرح ہے۔ کہ سالک کا چار حالتوں پر گزر ہوتا ہے۔ اور
 حالت چہارم سب سے اعلیٰ ہے۔ اور وہی ترقیات قرب کا تعالیٰ درجہ ہے۔ جس پر سلسلہ کلمات
 واثقت کا ختم ہو جاتا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ پہلی حالت وہ حالت ہے۔ کہ جب انسان باطنی
 اکائیوں میں بیگانہ ہو جاتا ہے۔ اور کوشش سے مل کر طبع چاہتا ہے کہ اسے اور چاہتا ہے پتا ہے
 اور جس طرف چاہتا ہے۔ چاہے۔ سو وہ اسی حالت میں ہوتا ہے۔ کہ ناگوار حضرت خداوند کریم اُس پر نظر
 کر رہے۔ اور باطنی اور ظاہری طور پر توہ کا سامان اس کے لئے پیش کر دیتا ہے۔ باطنی طور پر یہ کہ ایک
 جذبہ غمناوند کریم کی طرف سے اس کے شامل حال ہو جاتا ہے۔ اور وہی جذبہ حقیقت و احاطہ
 باطنی ہے۔ اور اسی سے فطرت غور کی بنیاد پڑتی ہے۔ اور انسان اپنے نفس میں قوت پاتا ہے۔ کہ
 نفس باطنی پر وی سے اس کا شعور ہو جائے۔ اور اگرچہ پہلے اس سے ایک دور گزور جیسا وہ احاطہ بھی
 انسان کے نفس میں موجود ہے جس کو لُحْصَةُ الْعِلَاق سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور وہ بھی نیکی کیلئے
 سمجھاتا ہے۔ اور ایک کام کرنے پر فی الفور گواہی دیتا ہے۔ کہ تو نے یہ اچھا کام کیا ہے۔ اور یہ کام
 کرنے پر فی الفور گواہی دیتا ہے۔ کہ تو نے یہ بد کام کیا ہے۔ پس تک کہ چور چوری کو بتائے کہ بد۔ اور
 زانیہ نہ کر نیسکے۔ اور غنی خون کر نیسکے۔ بعد کسی بھی باوجود ان سخت پردوں کے اُس لُحْصَةُ الْعِلَاق
 کی قدر میں پتا ہے۔ جیسے اُس کا دل فی الفور اُسے کہتا ہے۔ کہ یہ تو نے اچھا کام نہیں کیا۔ بڑا کیا ہے۔ لیکن
 چوکر بضعیف و اعظ ہے۔ اس لئے اُس کا وصف اکثر یہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ کوئی واحد
 ظاہر بھی مل جائے۔ جیسے کوئی مہل انسان نصیب بھی کرے۔ تب بھی کچھ باری کی میدانیں کچھ

اسلام اور انبیاء کی کتابیں

اور وہ بھی

نفسِ محبت از دلی ہے۔ کہ در دل سے وہ قابو میں نہیں آتا۔ اور اگر کچھ مغلوب بھی ہو جاتا ہے۔ تو صرف اس قدر کہ مدھی اور بے بنیاد تو بہ نہ کر سکتے۔ اور حقیقی سعادت کی بھی قید ملتی ہے۔ کہ جب جذباتی شامل حال ہو۔ سو کامل واعظ جو باطنی طور پر بھی جاگتا ہے۔ جذبہ سے۔ اور ظاہری طور پر تو بہ کا یہ سلمان میسر نہ جاتا ہے۔ کہ کسی حال کی محبت میسر آجائے۔ اور فراق کی ملکیت نہ ہو۔ اس سے اطلاع ہو جاتی ہے۔ سو یہ دو نسل مل کر چکی کے دو پاٹ کی طرح نفسِ انکار کو پیس ڈالتے ہیں۔ اور پھر واکراہ معاصی اور فساد سے جدا کرتے ہیں۔ سو یہ دوسری حالت ہے۔ کہ جو نئی بات ترے جسے ماہ میں سالک کو پیش آتی ہیں اور دوسرے نقطوں میں اس حالت کا نام حیرتِ حقیقی ہے۔ کیونکہ وہ حیر اور اکراہ کے ساتھ نفسانی حالتیں باہر آتا ہے۔ اور جذبہ باطنی اپنے طور پر اور واعظ ظاہری اپنے طور پر اس پر حیر کر سکتے۔ اور موقوفاتِ نظریہ سے سختی اور درشتی کے طور پر انگ کر دیتے ہیں۔ پھر جب اس پر حقیقت الیاس کو قائم کر دیتی ہے۔ تو اس کے لئے خدا کے حکموں پر چلتا اور اس کی نئی سے پرہیز کرنا اسلین کیا جاتا ہے۔ اور حقوق اور ذوق اور اس سے اس کو حقد دیا جاتا ہے۔ پس وہ اس جتنے کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا لکھت۔ اس سے صادر ہوتی ہے۔ اور جو حالت وہم میں بوجہ اور نقل تھا۔ وہ دور ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ دلچسپی کے نشیب پیدا کر سکتے ہیں۔ اور یہ حالت لگوتی حالت ہے۔ اور اس حالت میں سالک کا دل و شریب اور ہر ایک باب الاصلہ خدا سے وابستہ ہوتا ہے۔ بیٹھتا ہوا اور ہوس کے ابتلا سے بیکار رہتا ہو جاتا ہے۔ اور وہی بجا لاتا ہے۔ جس کے بجا لاسنے کے لئے شرعاً یا ادماً مانا ہو۔ اور پھر وہ اس کے حالت چارہم ہے۔ جس کو لاہوتی حالت سے تعبیر کرنا چاہئے۔ اور جب سالک اس حالت تک پہنچ جاتا ہے۔ تو صرف یہی بات نہیں کہ اپنے ہوا ہوس سے خلاصی پاتا ہے۔ بلکہ بیکار اپنے ہوا ہوس سے اور نیز اپنے ارادہ سے محو ہو جاتا ہے۔ تب احسانِ خدا کے فائدہ میں ایسا ہوتا ہے جیسے مارہ بدست دندہ ہوتا ہے۔ اور الوہیت اس فانی پر اپنے تجلیات ہر جاتی ہے اور راحت۔ لگتی علی وجہ البصیرت اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اور وہ خدا کی طرف سے معلوم صحیح ہوتا ہے۔ اور ہر ایک ابداً آزادائش سے باہر آ جاتا ہے۔ اور یہ مرتبہ دلچسپی کے برتر ہے۔

دلچسپی کو یہ حالت چارہم غلبہِ عشق سے پیدا ہوتی ہے۔ عطا نہیں ہوتی۔ یہ خاص انسان کے

خام برزخ

مقامِ حیرت

لاہوتی مقام

حقہ میں آئی ہے **وَذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ**۔ اور جیسی بصیرت کا وہ
ایسی حالت کے مخصوص ہے۔ ایسا ہی صلاحیت کا مذہبی اسی حالت سے وابستہ ہے۔ کیونکہ پہلی حالت
میں نقصان علمی و عملی سے خالی نہیں ہیں۔ بلکہ نقصان علمی و عملی ان کے لازم حال پڑا ہوا ہے۔ کیونکہ
ظہر میں نور ہیں اپنا وجود حاصل ہے۔ پس وہی درجہ ایک حجاب بن کر علم اور اخلاص کے نقص پہنچے
کا موجب ہے۔ لیکن حالت چارم میں وجود بشری بجلی اٹھ جاتا ہے۔ اور کوئی حجاب درمیان میں نہیں
رہتا۔ اور اس حالت میں عارف کا اہل و شرب اور ہر ایک ماہر الاعتقاد اور اش کے شعور اور ارادہ
سے نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ ایک پردہ کی طرح ہے جس میں کچھ ہے۔ اور وہ ایک حجاب مناسب دیکھتا ہے
تو اس کی آپاشی کرتا ہے۔ اس کو اس طرف خیال بھی نہیں آتا کہ کیا کھاؤں گا اور کیا پیوں گا۔ اور جیسے ایک
بلے ہوش کو خواہ کوئی لذت مار جائے۔ خواہ پیار دے جائے۔ کیساں چوتھے۔ ایسا ہی ہائم عشق
سے مست و ہوش ہے۔ اور اپنے نفس کے انتظاموں سے متفرغ ہے۔ سو جیسے ہر مہربان اپنے تاجان
بچے کو وقت پر آپ دو دھ پلاتی ہے۔ اور اس کی بالشت تا بالشت کی آپ خبر رکھتی ہے۔ ایسا ہی
خداوند کریم اس ضعیف اور عاجز بشر کا کہ جو اس کی محبت کے منت جذب سے کیا رہی ہے وہ جو اس کے
واقعہ نقصان کے فکر سے کھو گیا ہے۔ آپ متولی ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے دوستوں کا آپ دوست
اور اس کے دشمنوں کا آپ دشمن بن جاتا ہے۔ اور جو کچھ اس کو اپنے دوستوں اور دشمنوں سے معاملہ
کرتا چاہے تھا۔ وہ اس کی جگہ آپ کرتا ہے۔ غرض اس کے سب کاموں کو آپ نبھا لیتا ہے۔ اور
اس کی سب شکست ریخت کی آپ مرست کرتا ہے۔ اور وہ درمیان نہیں ہوتا۔ اور کبھی
ہات کا خواستگار ہوتا ہے۔ اور یہ جو صفحہ ۲۳۰ کے سر پر مبارک ہے۔ فیسا کل یا کلام
یعنی قریبی حالت کا ساکب۔ مرحوم کے ساتھ کھاتا ہے۔ اور پھر صفحہ ۲۳۱ میں حالت چہارم کے
مغرب کی طبیعت بھی کھاتا ہے۔ **يُنْقَالُ لَهُ تَلْبَسُ جَانِحُ وَالْفَضْلُ**۔ یعنی اس کو
بھی کھاتے چنے کے لئے امر ہوتا ہے۔ تو ان دونوں امروں میں فرق یہ ہے۔ کہ حالت بیوم
میں تو سانس کے نفس میں اس کو وہ غنی ہوتا ہے۔ اور اس کا یہ مشرب ہوتا ہے۔ کہ اگر خدا تعالیٰ فلاں
حصہ کے اٹھانے کے لئے کچھ کو اجازت فرمادے۔ تو میں اس کو اٹھادوں گا۔ اور گو وہ اتنا غنی

کے لئے ہے۔ لیکن حاجت اس کے برابر میں وہ حفظ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ جتنا نفس ابھی
 برون ہوئے ہیں۔ مگر حالت چارم میں مغرب کمال کی طرف سے بالکل نرا وہ نہیں ہوتا۔ خود خدا تعالیٰ بطور
 لطیف و مہسان کے کسی اہل الاعتقاد کو اس کے لئے جبر کر دیتا ہے۔ اور جیسے اور مہربان اپنے
 لئے کرنا کہ وہ دوسرے کے لئے ہدایت کرتا ہے۔ ویسا ہی وہ اس کو جگا کر کسی حفظ کے لئے
 کے لئے حرکت کرتا ہے۔ سو وہ نزدیک سراسر اسی کی شفقت سے ہے اور فضل اور ثبات سے
 ہوتا ہے۔ ہر گز سستہ مطابقت ۲۶۔ غوال مستلزم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مخدومی کی انعام پسند مہربان علی شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ انعام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ۔ بعد ہذا
 نسبت نامہ انخدم منہ بوجہ کرم و سپاس ہوا خداوند کریم مقدسات کروہر سے آپ کو میں
 میں سے۔ اور آپ کی معیوں اور کوشش شری میں کہ جو آپ فائدا لہ کر رہے ہیں۔ بہت سی چیزیں
 جتنے اللہ رحمت سے اجر اس پر نزدیک کرے۔ ۱۔ میں۔ صدم ۲۔ فتح انیب کی نسبت جو انخدم
 نے دریافت فرمایا ہے۔ یہ مقام بین المعنی ہے۔ کوئی محقق حقیقت نہیں جو کچھ شایع کے لئے
 وہ صحیح اور مستحق حضرت محمد و منشی عبد القادر مریضی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام میں یہ تعلیم فرماتے
 ہیں کہ مالک میں حقیقت ناکاں تب تحقق ہوتی ہے۔ اور تب ہی وہ اس لائن ہو سکتا ہے۔ کہ مورد
 معارف الخیر ہو۔ جب تین طہ کا انقطاع حاصل ہو جائے۔ اقل۔ انقطاع خلق اللہ سے۔ اور وہ
 اس طرح حاصل ہوتا ہے۔ کہ حکم الہی کو جو قضاء و قدر ہے۔ تمام مخلوقات پر نافذ کیجے۔ اور ہر ایک بندہ
 کو جو تقدیر کے نیچے مقدر اور مظلوم تسلیم کرے۔ یہی اس جگہ عاجز صوفی استفادہ کتنا چاہتا
 ہے۔ کہ یہ باتیں کوئی حقیقت تمام مخلوقات کو کاسم دم خیاں کہے۔ اور ہر ایک حکم خدا
 کے انجمن دیکھے۔ اور ہر ایک فتح اور ضرر اسی کی طرف سے کیجے۔ صرف اپنی ہی تکلیف اور
 نفع سے حاصل نہیں ہو سکتا اور اگر محبت سے استفادہ خیال قائم بھی ہو۔ تو وہ بے غلبہ اور
 اولیٰ است سے غرض پیش آجاتی ہے۔ بلکہ یہ مقام علی شان اس بصیرت کا ہے حاصل
 ہوتا ہے کہ جو خاص خدا تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوتی ہے۔ اتنی صرف اتنی ہے کہ بے غایت تائب

کسی کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تو اس کے لیے تفسیر کو آپ ہی کو تیار کر دیتے ہیں۔ اور وہ اس سے آشنا نہیں جانتے۔ دست غیبی ان کو آپ اٹھا لیتا ہے۔ پس اسی طرح سے جبکہ علوم اور کشف و کشف و الہامات صمیم و تائیدات مرکبہ انسان پر حقیقت مکمل جاتی ہے۔ کہ تمام فروع و فروع خدا کے اختیار میں ہے۔ ہر مخلوق کچھ چیزیں نہیں۔ تو ایک نہایت کامل یقین سے وہ سمجھ جاتا ہے کہ جو کچھ نفع یا نقصان اور عزت یا ذلت ہے۔ سب خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اور مخلوق کو مردہ کی طرح دیکھتا ہے۔ لیکن اس جگہ اعتراض یہ ہے کہ حضرت محمد و شاخ عبد القادر قدس سرہ نے علوم و معارف الہیہ کے حاصل ہونے کا ذریعہ فنا من الخلق و غیرہ اقسام فنا کو شمار کیا ہے۔ پس جب فنا کا حاصل ہونا ان علوم کے حاصل ہونے پر موقوف ہے۔ تو اس سے دور لازم آتا ہے۔ سو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ علوم لہر و کشف و تائیدات خاصہ الہیہ و زوجات جلیلہ صمدیہ غائی کو ذاتی طور پر حاصل نہیں ہو سکتے ہیں۔ لیکن توسط صحبت شیخ غائی بھی حاصل ہو سکتے ہیں یعنی اگرچہ براہ راست نہیں۔ لیکن سالک اپنے شیخ کامل میں ان تمام تائیدات و ماویہ کو معاینہ و مشاہدہ کرتا ہے۔ پس یہی مشاہدہ اس کے یقین کی کایت کا موجب ہو جاتا ہے۔ اگر جلدی نہیں۔ تو ایک دوا و دوا کی صحبت ضرور شکوک و شبہات کے تاریکی دل پر سے اٹھ جاتی ہے۔ اسی جہت سے غیبی کی معیت کے لئے قرآن شریف میں سخت تاکید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **كُلُّ مَا مَعَ الصَّادِقِينَ** اے کو کُلِّ مَا مَعَ الصَّادِقِينَ **وَالصَّادِقُونَ هُمْ الْفَائِزُونَ** کہ غائبانہ ہیضہ اور جو شخص غائی ہے اور نہ فانیوں سے اُس کا کچھ تعلق اور مستحب ہے۔ وہ معرض ہلاکت میں ہے۔ اور اس کے سوا خاتمہ کا سخت اندیشہ ہے۔ اور اس کے ایمان کا کچھ شکا نہیں۔ **اَلَا اِنَّ يَتَذَكَّرُ** اللہ پر رحمہ۔ دوسری شرط مورد معارف الہیہ پوچھ کی گئی ہے۔ کہ ہوائے نفس سے اقطار ہو جائے۔ یعنی سالک پر لازم ہے کہ اپنے تمام حرکت و سکون و قول و فعل میں اور اندر و باہر میں اللہ کی متابعت اختیار کرے۔ اور کسی حالت میں **قَالَ اللَّهُ مَوْ قَالِ الرَّسُولُ** سے باہر نہ جائے۔ اور کچھ دوسرے لوگ اپنے نفس کی متابعت سے کہتے ہیں۔ وہ اپنے رسول کی متابعت سے بجا ناویں اور اپنے اعمال اور اقوال میں کوئی ایسی جگہ خالی نہ چھوڑے۔ جس میں نفس کو کچھ دخل نہ ہو۔

الکتاب ص ۱۰۰

الکتاب ص ۱۰۰

الکتاب ص ۱۰۰

جس سے کہ کامل طور پر اتباع سنت میسر آجائے گا۔ اور ایک فائدہ ہوا ہے نفس کی پیروی نہیں
 چاہیگی۔ بلکہ ظاہر و باطن میں ثابت رسول کریم سے منور ہو جائیگا۔ تو وہ حالت جس کا نام فنا ہمارا اللہ
 ہے۔ مگر کسے افسوس کہ اس پر غفلت زمانہ میں بیائے اس کے کبریت احمر کا قدر کریں۔
 اکثر لوگ اس طریق سے بغض ہے۔ اور اتباع سنت سے ایک چڑ ہے۔ حالانکہ دوسری قسم فنا کی
 بجز اس کے ہرگز میسر نہیں ہو سکتی۔ اللہ صلی علیہ وسلم صلی علیہ وسلم محمد صلی علیہ وسلم محمد صلی علیہ وسلم
 اللہ صلی علیہ وسلم صلی علیہ وسلم محمد صلی علیہ وسلم محمد صلی علیہ وسلم محمد صلی علیہ وسلم محمد صلی علیہ وسلم
 محمد صلی علیہ وسلم صلی علیہ وسلم محمد صلی علیہ وسلم محمد صلی علیہ وسلم محمد صلی علیہ وسلم محمد صلی علیہ وسلم
 کہ جو کچھ ارادت الہیہ سالک پر نافذ ہوں۔ عاشق صادق کی طرح ان سے متلذذ ہو۔ اور انقباض
 پیدا نہ ہو۔ بلکہ یہاں تک موافقت تام پیدا ہو جائے۔ کہ اُس محبوب حقیقی کی مراد اپنی ہی
 مراد معلوم ہو۔ اور اس کی خواہش اپنی خواہش دکھلائی دے۔ اس جگہ بھی وہی ہوال لازم و دور کا
 لازم آگیا ہے۔ جو پہلی قسم میں لازم آیا تھا۔ اور جواب بھی وہی ہے جو پہلے دیا گیا ہے۔ انسان
 کا کام بجز صحبت صادقین کے سراسر خام ہے۔ اور بجز طریق فنا یا صحبت فانیوں کے ایمان کا
 سلامت لیجا نامنائیت مشکل ہے۔ پس سعید وہی ہے کہ جو صحبہ پہلے ایمان کی سلامتی کا ذکر کرے
 اور تاق کے ظاہری جھگڑوں اور بے فائدہ فرخشوں سے دست کش ہو کر اس جماعت کی رفاقت
 اختیار کرے۔ جن کو خدا تعالیٰ نے اپنا درو عطا کیا ہے۔ اور یقیناً سمجھے۔ کہ حضرت محمد
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو عمدہ نعمت دُنیا کے لئے ناسے۔ وہ نبی درو
 اور صحبت الہی ہے۔ جس کو خدا اور رسول کی محبت دی گئی۔ اس نے اپنی اصل مراد کو پایا ہے
 اور بلاشبہ وہ سعید ہے۔ اور نار جہنم کو اس سے مس کرنا حرام ہے۔ لیکن جس کو وہ محبت
 عطا نہ ہوئی۔ اور اُس نے اپنے خدا اور اپنی نبی کا قدر شناخت نہیں کیا۔ اُس کا زبانی طور پر
 کہنا کہ حقیقت نہیں رکھنا۔ بلکہ ہر روز بھی بجز ذاتی محبت کے اپنی اصل حقیقت سے
 خالی ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔ یا علی صلی علیہ وسلم یصلون ویصومون
 ویسجدون فی المساجد ویس فیہم مسلم۔ یعنی ایک زمانہ وہ آئیگا۔ کہ

لوگ نمازیں بھی پڑھیں گے۔ اور روزے بھی رکھیں گے اور شہدوں میں گنتے ہوں گے۔ پھر
میں سے ایک بھی مسلم نہ ہوگا۔ یعنی مومن حقیقی نہ ہوگا۔ اپنی دنیا اور اپنی رسوم میں گنتے
ہوں گے۔ اور دین بھی رسم کے طور پر بجالائیں گے۔ سو اب ایسے وقت کا اثر شدید ہے
خداوند کریم رحم کرے۔ بخیر مت مولوی صاحب خواجه علی صاحب سلام مسنون بیوٹیا دیں۔
اگر ملاقات میسر ہو۔ تاریخ ۱۰ ستمبر ۱۳۳۲ مطابق ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خدیجی مری غفرلہ میر عباس علی شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
اسمخود و کائنات نامہ بیوٹیا۔ حدیث نبویؐ یحییٰ فہم غیری کے معنی جو اس طرح
کے دل میں ڈالے گئے ہیں۔ یہ ہیں کہ غیر کے نقطہ سے نفی ماسوا اللہ مراد حسین۔ جلالی
تاہل و تاشنا مراہ ہے۔ مگر جو لوگ مومن حقیقی ہیں۔ وہ باعث استعداد فنا اور نہ وال
جبکہ کبریا کی دامن کے اندر ہیں۔ اور غیر نہیں ہیں۔ خود خدا تعالیٰ نے بعض صالح اہل کتاب کے
حق میں اپنی کتاب مجید میں یہ فرمایا ہے فیہ قوۃ کما فیہ عرفون ابناءہ ص
یعنی وہ لوگ پیغمبر آخر الزمان کو جو امام الانبیاء اور سید الاولیاء ہے۔ اس طرح پر شناخت
کرتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو شناخت کر رہے ہیں۔ اور اسی طرح روحانی روشنی
کی برکت سے اولیا اولیا کو شناخت کر لیتے ہیں۔ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
سے اہل حق کے وجود کو یمن میں شناخت کر لیا۔ اور بارگاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا کرتے تھے۔ کہ یمن کی طرف سے رحمان کی خوشبو آ رہی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو اپنے صحابہ کے مراتب معلوم تھے اور ہر ایک کی توانیت باطنی کا اندازہ اس قلب مشور پر
مکشوف تھا۔ اُن جو لوگ بیگانہ ہیں۔ وہ بیگانہ حضرت احدیت کو شناخت نہیں کر سکتے۔
جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یظہرون الیہا وھما لا یبصرون۔ یعنی وہ تیرے
اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر اشکار دیکھتے ہیں۔ پر تو انہیں نظر نہیں آتا
اور وہ تیری صورت کو دیکھ نہیں سکتے۔ اور کہی جیسا بھی ہوتا ہے کہ انوار روحانی کا سخت چکارا

ایک شخص پر بھی جائز نہ ہے۔ جیسے ایک عیسائی نے جبکہ مہاراجہ کے لئے انصاف سے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عیسائیوں کے
 سامنے آکر دیکھ کر اپنے ہاتھوں کو کہا کہ مہاراجہ کی خدمت کرو۔ مجھ کو پروردگار کی قسم ہے کہ میں ایسے
 شخص کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر اس پر ہاتھ لگوں گے کہ یہاں سے اٹھ جاؤ تو انصاف کا ٹھکانہ گھر سے خدا جانتے کہ
 اس وقت فرشتہ وہ ثابت کیا جلال میں تھا کہ اس کا در بدر باطن سے دل کو بھی نظر آگیا۔ اور عام
 طور پر مشہور خاص اہل اللہ و اکابر اولیاء کی حقیقت و ولایت کو جو قرب الہی کا نام ہے۔ بجز حضرت
 حضرت کسی کو اس پر اطلاع نہیں ہو سکتی۔ ان اس حقیقت کے اندر و آثار جیسے استقامت صبر خدا
 پر جو خاصہ حق و وفاء شجاعت حیا اور غیر ظوارق و دیگر علامات قبولیت لوگوں پر ظاہر ہو جائے تو
 اگر یہ سب آثار و ولایت ہیں اور حقیقت و ولایت ایک نفی امر ہے جس پر غیر اللہ کو ہرگز اطلاع نہیں
 واھم انکم بالحق واجد اور جو اپنے دریافت کیلئے کہ خوارق و کمالات ریاضات شاذہ کا نتیجہ ہے
 کیا حال ہے اس میں تحقیق یہ ہے کہ بلاشبہ ریاضات شاذہ کو کشوف و غیرہ ظوارق میں دخل مقیم ہے
 بلکہ اس میں کسی خاص ذہب بلکہ توحید کی بھی شرط نہیں۔ اور اسی جہ سے فلاسفیہ و انانیت پر مبنی
 کے جوگی اپنے تئوں جہوں کے ذریعہ سے معانی نفس حاصل کرتے رہتے ہیں۔ اور ان کا قلب اپنے
 معبودات باطلہ پر جاری ہو رہا ہے۔ اور کاشفات بھی ان سے قلوب میں آتے رہتے ہیں۔ چنانچہ
 کسی تاریخ دان اور صاحب تجربہ پر یہ امر پوشیدہ نہیں رہ سکا۔ اس لیے ظہر کو بڑی مشکل پیش
 آتی ہے کہ جب کشوف و ظوارق باطل پرستوں اور مستند اصحاب دلائل سے بھی ہو سکتے ہیں۔ تو پھر
 ان میں اور اہل حق لوگوں میں کیا فرق باقی رہا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت اعدیہ کے برگزیدہ
 بنوے تین علامات خاصہ سے مشافہت کئے جاتے ہیں۔ اور وہ علامتیں ایسی ہیں کہ گویا بال
 پرست لوگ اپنی کجروی کی محنتوں سے گداز بھی ہو جائیں۔ تب بھی وہ علامات ان میں متحقق نہیں
 ہو سکتیں چنانچہ اول ان میں ایک یہ ہے کہ اہل حق کو صرف کشفی صفاتی نہیں اخلاقی صفاتی بھی
 عطا ہوتی ہے۔ وہ اخلاق فاضلہ میں اس قدر پایہ عالی تک پہنچ جاتے ہیں کہ جیسے خدا کو اپنے
 اخلاق پیارے ہیں۔ ویسا ہی وہ ربانی اخلاق ان کو پیارے ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی مشقت

میں ربوبیت کے تجلیات مگر کہ جانتے ہیں اور بشریت کی آلودگیاں اور سنگیناں اٹھ جاتی ہیں۔ پس ان سے نیک اور پاک خلق ایسے عجیب اور غامض العودت و طور پر صادر ہوتے ہیں۔ کہ بشری طاقتوں سے بجز خاص تائید الہی کے ان کا صادر ہونا ممکن نہیں۔ انسان بشریت کے تعلقات اور نفسانیت کی بنیادوں میں اور ننگے ناموس کی قیدوں میں اور غارت داری کے جاگداز فکروں میں اور تشدد اید اور آلام کے حملوں میں اور وساوس اور اوہام کی فیش زنیوں میں سخت عاجز ہو رہا ہے۔ اور اگر دھوکے کرے۔ کہ میں اپنی ہی قوت سے ان بھارتی ہوشیاری سے نکل سکتا ہوں۔ تو وہ جھوٹا ہے۔ پس اہل اللہ میں یہ بزرگی ہے کہ وہ توفیق یافتہ ہونے میں۔ اور دست خبی اپنی خاص حمایت اور قوت کے ان کو ان تمام بوجھوں کے نیچے بے تکلف دیتا ہے۔ سو ان سے ایسا توکل اور ایسا صبر اور ایسا استقامت اور ایسا ایثار اور ایسا صدق اور ایسا رضا بقضاء صادر ہوتا ہے کہ دوسروں سے ہرگز ممکن نہیں کیونکہ دوسرے وہ الہی حسرتی ان کی مددگار ہوتی ہے۔ اور وہ نغز شوں سے بچائے جاتے ہیں۔ اور جس کی محبت میں وہ دنیا کو کھو بیٹھتے ہیں۔ اور نہ ہی عزتوں اور ناموں سے بیزار ہو گئے ہیں۔ وہی محبوب حقیقی ان کا متولی ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اہل حق مکالمات و محالبات حضرت احدیت پائے ہیں جو تائیدات خاصہ کی بشارتوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اور نیز ان میں وہ مراتب عالیہاں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ کہ جو ان کو حضرت احدیت میں حاصل ہوئے ہیں۔ اور یہ نعمت غیروں کو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس جگہ بتوجہ یاد رکھنا چاہئے کہ مکالمات و مکالمات الہیہ کو جو ایسی پیشگوئی پر مشتمل ہوں جن میں شخص مہم کی تائیدات عظیمہ کا وعدہ ہے۔ وہ اہل اللہ کی شناخت کے لئے نہایت روشن علامت ہیں۔ اور کوئی خارق عادت ان سے برابر نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا تعالیٰ کا اپنے بندہ سے کلام کرنا اور پھر اس کلام کا ایسی پیشگوئیوں پر مشتمل ہونا جو تائیدات عظیمہ کے موافق ہیں۔ اور پھر ان موافقہ کا اپنے وقتوں پر پورا ہونا معیت اللہ کا ایک روشن نشان ہے۔ یہی علامت یہ ہے۔ کہ خواص یا اولیاء یا ضائع شائقہ کے حیح بھی پہنچتے۔ ایک قسم ولایت کی ہے جو وہ جو سے بہت مشابہ ہے۔ اس قسم کے لوگ جب دنیا میں آتے ہیں۔ تو ہوش چمکتے

جی مکتوبات الیہ ان کی مستولی ہو جاتی ہے۔ ان کو سالکوں کی ہر مختلف حالت کے کچھ مناسبت نہیں
 ہوتی۔ جن کو کچھ خبر نہیں ہوتی کہ کب قناتی اور کب بقا حاصل ہوتی۔ کیونکہ دست خبی نے
 کھنکھرت میں وہی درست کر لیا ہوتا ہے اور بیف بشریت میں داخل ہی نہیں ہوتے۔ لہذا
 شہو منشی کی کسی کی فطرت سے گئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور ایمانی فطرت سے کسی پرانے کے
 شہو منشی ہوتے۔ وَذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَّشَاءُ ۚ وَهُوَ غَافِلٌ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ اور ایسے لوگوں سے بغیر حاجت
 ریاضات شاد کے خوارق عجیب نکلا ہوتے ہیں۔ کیوں کہ شانِ بندہ ان پر غالب ہے۔
 سو اگر کابر نقش بندہ سے غلبہ خوارق کے لئے ریاضات شاد کو مشرطہ طہریہ ہے تو
 ایسے مکمل لوگوں کو مستثنیٰ رکھ لیا ہو گا۔ اور ایسے لوگ نہایت لیل الوجود اور نادار القہر ہیں۔
 کبھی کبھی شدت حاجت کے وقت خلق اللہ کی بھلائی کے لئے دنیا میں بھیجے جاتے ہیں اور
 ان کا اتنا لوگوں کے لئے ایک رحمت عظیم ہوتا ہے۔ اور امت مرحومہ محمدیہ حضرت ادریت کی
 رحمت ہے۔ کبھی کبھی آخر مدی پر اصلح اور تجدید دین کے لئے اس شان کے لوگ جو
 ہوتے ہیں۔ اور دنیا ان کے وجود سے نفع نکھاتی ہے۔ اور دین زائد ہوتا ہے۔ اور یہاں تک
 غلبہ خوارق حاجت شرط ہے یا نہیں۔ اکثر صوفیا کا اتفاق اسی پر ہے۔ کہ شرط نہیں
 پر اس عاجز کے نزدیک ولایت نامہ کا ذکر کے لئے غلبہ خوارق شرط ہے۔ ولایت کی حقیقت
 قرب اور معرفت الہی ہے۔ سو جو شخص صرف منقول یا معقول طور پر خدا پر ایمان لائے ہو
 وہ کس قدر غافل اور بے حوالہ ہے اس کو نصیب نہیں ہوتا جس سے ایمان اس کا تکیہ ہے۔ تحقیق کے
 ساتھ ساتھ جو کچھ گناہ چاہے کہ اس کو ولایت نامہ نصیب ہو گئی ہے۔ بعض بزرگوں
 نے جیسے حضرت مجدد الف ثانی صاحب اپنی مکتوبات میں لکھا ہے۔ کہ یقین کے لئے معجزات
 کافی ہیں۔ میں کہتا ہوں بے کافی نہیں۔ کیونکہ وہ معجزات اب اس شخص کے حق میں کہ وہ سالک
 ہمد میں پیدا ہوا ہے۔ منقولات کا حکم رکھتے ہیں۔ اور بدیشانہ میں جس قدر فرق ہے۔ ظاہر ہے
 علما محدثین سے زیادہ اہل کون معجزات سے واقف ہو گا۔ مگر وہ معجزات کہ جن کی ریت سے بڑا
 صابر یقین کاں تک پہنچ گئے تھے۔ اب ان کے ذریعہ سے علما ظاہر کو اس قدر اثر بھی نصیب

میں طرح بھی کیا جائیگا۔ خداوند تعالیٰ کی الوہیت کی موجیں ہیں۔ کہ اس ناکارہ بندہ کو کہ جو
فی الواقع بے ہزار و تہید است ہے۔ ایسے نکالنا سے یاد کرتا ہے۔ روحی قدر و
مستقیمہ ما یشان من جلیلہ۔ اور وہ انعام ہے بشاری اللہ یا احمدی
امت صوادی و معنی۔ نعمت کما امتدک بیدی۔ بشارت بادتر یا احمد من۔
نور آدمی و باطنی نشاندم و خشت بزرگی ترا بدست خود۔ بندہ صفا خواہ علی صفا و مولوی
قید اللہ صفا و شفی برام خان صفا و غیرہ جابہاں صفا سلام مستون پہنچے۔ پانچ ۱۳۳۳ ہجری بمطابق ۱۹۱۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدومی کریم میرزا علی شاہ صفا سلام اللہ تعالیٰ۔ سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد از انکہ
کائناتیت ہمہ پہنچا۔ اپنے جوسوالاں کئے ہیں۔ ان کی حقیقت خداوند کریم ہی کو معلوم ہے۔ اس حلقہ
خیال میں جو گزرتا ہے وہ یہ ہے۔ (۱) صوفی باعتبار اس حالت کے سالک نام ہے۔ کہ جب وہ اپنے فطری
تمام توجہ اور تمام عقل اور تمام اطاعت اور تمام مشغول سے خدا تعالیٰ کی راہ میں قدم اٹھاتا ہے۔ اور اپنی
جانفشانیوں اور محنتوں اور صدقوں کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ تک پہنچنا چاہتا ہے۔ تو اس حالت پر تمام
کاروبار اس کا بستہ اوقات ہو جاتا ہے۔ اگر اپنے وقتوں کو ہر ایک سو و کتب یا کر یاد آتی سے معجز کرتا ہے۔
تو اگر خدا سے چاہے تو کسی منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ لیکن اگر حفظ اوقات میں خلل ہوتا ہے تو اس کا کام
دوم ہو جاتا ہے جیسے اگر مسافر چلتا ہی رہے۔ تو جگہ سے مقصود تک پہنچتا ہے پر اگر چلتا چھوٹے سے بلکہ
جنگل میں آرام کرنے کی تہیہ ہو جائے۔ تو قطع نظر عدم وصول سے جان کا بھی خطرہ ہے۔ سو جیسے
مسافر ابن السبیل ہے۔ تہیہ کو قطع کرے تو کیسے ٹھکانہ تک پہنچے یا بسا ہی صوفی ابن الوقت ہے۔
اپنے وقت کو خدائی راہ میں لگا دے تو مقصود کو پلے۔ پس جبکہ حفظ وقت صوفی کے لازم حال ہی پر ہے
تو اپنے کام کو فرما دے پس فرما دے ان اس کے حق میں مسلک ہے اور غیر صوفی کیسے بھی لازم ہے کہ جی جان
میں باقی بچا کر انہیں کا مال لے۔ اور اپنے کام کے دن میں بھی اپنی اجرت کا غور نہ کرے۔ تو جیانی قیادت
مطابق حساب میں ڈالے اور دنیا اور دنیا دار کا روادار نہیں ہوتا بلکہ بدست بدست مزدوری مانگتا ہے۔ اور اس
ایٹ شریف پر اس کا عمل ہوتا ہے۔ من کان فی ہذا عالمی فہو فی الاممۃ اعمی پس صوفی ان

صوفی ابن الوقت ہے

صوفی ابن الوقت ہے

ظاہری کی طرح نمیدہا۔ کہ جو حرف ظاہری اعمال بطور عادت اور رسم کے بکا لکھ اور نہ کی نفس اور توجہ
سے نکلی محروم رہ کر بہرہ پرست کی امیدیں باندھ رہے ہیں۔ بلکہ صوفی ماسی جہان میں اپنے پرست کو رکھنا
چاہتا ہے۔ اور صرف معدوں پر قناعت نہیں کرتا۔ صوفی عمل کی رو سے بھی بہن الوقت ہے جو حفظ اوقات
ہی سے اس کے سارے کام نکلتے ہیں۔ اور حاضر الوقت نعمتوں کو پا رہا ہے۔ لیکن چونکہ ہنوز
اپنی ہی قوتوں اور طاقتوں اور اخلاصوں اور صدقوں اور کثرتوں اور مجاہدات پر اس کا دار ہے۔ اور
سافر کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ قدم رکھنا اس کا کام ہے۔ اس لئے وہ صاحب حال ہے۔
صاحب مقام نہیں کیونکہ حال وہ ہے۔ جو تغیر پذیر ہو۔ اور مقام وہ ہے جس کو ثبات اور قرار ہو۔ جو
صوفی ابھی سافر کی طرف ہے۔ ایک جگہ چھوڑتا ہے۔ دوسری جگہ جاتا ہے۔ سو دوسری چھوڑتا ہے۔ تیسری
جگہ جاتا ہے۔ لیکن مانی وہ ہے جس کو بعد حصول فناء اتم کے منایات الہیہ نے اپنی گود میں لے لیا ہے۔ اب
اس کو ان مشقتوں اور شقتوں سے کچھ غرض نہیں کہ جو صوفی کو پیش آتی ہیں کیونکہ وہ کاسات و مسائل پر وہاب
ہو گیا ہے۔ اور دستہ فقیہ نے ان کو ایک بشریت کو شت صفتی اور مظهر کر دیا ہے۔ اور جو اعمال و سرائے کے
لئے چھ ہیں۔ وہ اس کے حق میں سرور و لذت ہو گئے ہیں۔ اور وہ تکلفات حفظ اوقات اور مقام و مشقتوں
سے برتر و اعلیٰ ہے کہ سر بھال لائیکہ۔ تنہا سرتاج و کلا یبع عن ذکر اللہ میں اقل ہے۔ اور اس کا سوا
اور اس کا نام اس کے ہست اور کھلا اور دنیا کے کاموں کو بالائے سب براد ہے۔ کیونکہ وہ متعلق اور مفرد ہے۔ اور
ایک شمس کی شمس کے خیمے میں چھین لیا ہے۔ اور اس کی سرشت کو لایا ہے۔ اب اس کا غیر یہ قیاس کرنا غیر کا
اس پر قیاس کرنا جائز ہے۔ صوفی بھی ان کی نہیں پہچان سکتا کیونکہ وہ بہت ہی دور وکل گیا ہے اور وہ صاحب مقام
ہے۔ اور قدر اسے اس کو اپنی ذات کے قائل شہید بننا ہے۔ اور وہ ہر ایک وقت اور حال سے غرض ہے۔ کیونکہ بجائے اس کے
مشکلات ان کے کام کر رہے ہیں اور دست اور ہوش کی طرح پڑ رہا ہے۔ اور تمام کلام اس کے حق میں بصورت تمام ہو
یہ صوفی میں اب کی خواہش ہے۔ اس میں اب کی خواہش نہیں صوفی معجزات اوقات ہے۔ اور وہ فانی لڑا ہے
پھر معجزی کیا اور وقت کیا۔ مہمل زدم اس قدر کہ آئینہ نماند۔ اس تحقیق میں دوسرے سوال کا جواب بھی آگیا
(۳) صوفی اور فروع کے سوچا نفس اور کلمہ بگت جہاں مراد ہے جو نور مرعہ ہے۔ کنون قلب بھی کہتے ہیں
وہ ہر وقت قابل ہی کا تصور رہا ہے۔ اور بارگاہ خدایہ میں اپنی لذت اور سرور چاہتا ہے اور ہر کسی کی طرح شکر و شوق

تعمیر کائنات

صوفی کی زندگی

صوفی اور فروع کے سوچا نفس اور کلمہ بگت جہاں مراد ہے جو نور مرعہ ہے۔ کنون قلب بھی کہتے ہیں وہ ہر وقت قابل ہی کا تصور رہا ہے۔ اور بارگاہ خدایہ میں اپنی لذت اور سرور چاہتا ہے اور ہر کسی کی طرح شکر و شوق

مکتوبات حضرت مولانا کے یہ سب کتب ان دفعوں میں جو مکتوبات کی طرح جگہ ہو رہے ہیں۔
 مکتوبات کے جگہ جب انسان اپنی رستی کو مقصود محض اگر خدائی کی حالت گرا ہو رہا ہے لیکن وہ
 نشان بھی رہتی ہے بالکل کھو جاتا ہے تو وہ سب سے پہلے جو عالم رستی میں اس کو حاصل حق پھر حاصل ہو جاتی
 ہے کوئی شائبہ نہ رہتا ہے کہ اس میں کس مرتبہ نفس تار و تار کا رنگ جگہ ختم ہو جائے اور شوائب نفسانی
 جگہ حکم پر اگر نہیں اور غفلت کا گناہ نا اور طبع متحدہ کرنا وغیرہ امور جگہ اعتدال میں نہیں شائبہ اور
 دگر بے مرکز رہتا ہے کیونکہ وہ غفلت ہے اور وہ یہ کہ خدا کے میں جو اس پر جاری ہے اس مقام پر اگر کوئی
 کوئی صلح ہو جاتی ہے۔ (۴) حرم میں ہوا سے اول چیز جو انسان کو روکتی ہے جذباتی ہے وہی جذبات
 اور کمالین کی محبت کی طرف کھینچتا ہے وہی اس کو کمال کا مریہ کرتا ہے۔ مبع حذیث میں وارد ہے کہ
 ان لکھ کر کہ ہے پھر حضرت خداوندی میں سے کہ ہے کچھ سے گناہ ہو گیا۔ خدا تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے اور اپنے
 قریب سے زبرد اس کی تعریف کرتا ہے۔ پھر چند روز پھر اس بندہ عاجز سے کہہ ہو جائے۔ پھر وہ جاتا
 اس میں سے اور پھر لکھتا ہے کہ میں بار خدا تعالیٰ اس کو بخشا جائے۔ اور رشتوں کے بعد اس کی تعریف کرتا ہے
 پھر اس کو کتابہ العمل حاصل شدت عاقبتی حضرت اللہ۔ یعنی اب جو تیری مرضی ہے کہ میں نے
 تجھ کو بخش دیا ہے سو اسی سے وہ محفوظ ہو گیا اور پھر سو اس پر غالب نہیں ہو سکتے
 عرض جیسے مسمانی پیدائش کی ابتدا خدا ہی کی طرف سے ہے۔ روحانی پیدائش کی ابتدا بھی خدا کی ہی
 طرف سے ہے۔ یہودی من یشاء ویفضل من یشاء عجب کو وہ بلا تلبہ۔ وہ دوسرے
 کی بھی من لیتا ہے کہ جس کو وہ نہیں لکھتا وہ کسی کی نہیں لکھتا جیسا کہ خدا اس نے فرمایا ہے۔
 من یهدی اللہ فہو المہتدی ومن یضل لمن یضل۔ لکن تتجدد لہ ولیا من یشاء
 اور یہ کہ کف یقینی ہدایت وہ لکھتا ہے کہ جس کو خدا لکھتا چاہتا ہے اس کو مرشد ہدایت نہیں لکھتا
 چند انگریزی قصبات جو امام ہوئے تھے وہ طبع میں بھیجے گئے ہیں اس جگہ کوئی انگریزی خوان
 نہیں۔ ایک ہندو لکھ کا قادیان کا لاہور پر تلبہ۔ جسے دیکھتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(نمبر ۳۰)

مخدومی کرمی اعظم میر عباس علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علیکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعض کتب میں

من عرف نفسه فقد عرف ربه صریح نبوی کریم بیان کیا گیا ہے احیاء العلوم میں اس قسم کی
 بہت سی اعمال پیش ہیں جن میں محدثین کو اپنے قواعد و مقررات کے ساتھ کام ہے مگر اس قول میں کوئی ایسی بات
 نہیں کہ جو قال اللہ و قال الرسول سے متنافی ہو۔ و قال اللہ تعالیٰ۔ و فی النفس کما
 افلا تبصرون الخ و حضرت رب العالمین نے تمام عالم کو اسی غرض سے پیدا کیا ہے کہ انسانی
 کیا جاوے۔ نفس انسانی ایک نسخہ جامع جمیع اسرار عالم ہے۔ اور کچھ ملک نہیں کہ جو کچھ کائنات میں
 حاصل ہو۔ اس کو وہ معرفت حاصل ہوگی۔ کہ جو کچھ عالم کی حقیقت دریافت کرنے سے حاصل ہو سکتی ہو
 پس یہ طریق نہایت کرب اور آسان ہے کہ انسان اپنے نفس کی شناخت کے لئے کوشش کرے ایسی کی
 طرف اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام میں اشارہ فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ والشمس والنفساھا
 والقمر اذا اظلمھا والنھام اذا جلاھا واللیل اذا یتقشھا والسماء ما بناھا
 والارض من وما طحاھا ونفس وما سواھا قد اخرج من جن کھا وقد خاب
 من دسھا۔ سو خدا نے شمس اور قمر اور دن اور رات اور آسمان اور زمین کی خدیاں بیان فرما کر پھر
 بعد اس کے نفس کو ما سواھا فرمایا۔ یہ اس بات کی ہون اشارہ کیا کہ نفس انسانی میں وہ سب
 استعدادات موجود ہیں کہ جو متفرق طور پر عالم کے جمیع اجزاء میں پائے جاتے ہیں۔ اگر غور ہی کر دینی تو
 وضع عالم دیکھ کر نفس خود بیکر یہ وضوح تلاش کن پھر بعد اس کے فرمایا قد اخرج من جن کھا
 یعنی وہ شخص جس نے فریکہ نفس کا کیا نبات پالیا سو نباتات سے حصول معرفت نامہ مرا ہے۔ کیونکہ
 تمام غذایہ اہم ہر یک قسم کے مکتوبات میں اور نباتات پھر ہی مرتبہ گئے من کان فی هذا الاصحی
 فھو فی بالا حصر الاصحی الخ و اور فریکہ نفس دو قسم پر ہے قرئکہ من حیث العالم
 امددہ یہ ہے کہ نفس حضرت باری عز و جل اور آخرت کی نسبت علم تقنی قطعی حاصل ہوا و شکوک اور
 شبہات اور غائبہ قلعہ اور فاسد نباتات پائے گئے۔ قرئکہ من حیث العمل۔ وہ یہ ہے کہ
 جیسے فی الحقیقت حضرت باری عز و جل اس بات کا مستحق ہے کہ اسی سے نبت ذاتی ہو۔ اور جیسے فی الحقیقت
 اس کے وجود کے مقابل اور سب وجود پرچ اور کالعدم ہیں۔ ایسے ہی سالک کے لئے حالت حاصل ہو جائے گی
 جیسا انسان کو حالت فنا حاصل ہو گئی تو وہ تمام اسرار قدرت اور قوانین حکمت جو زمین و آسمان میں پھیلے

مکتوبات حضرت امام الزمان

مکتوبات حضرت امام الزمان

مکتوبات حضرت امام الزمان

اگر نفس پر اذن خدا تعالیٰ لکھنے شروع ہو جائیں گے کوششی طور پر ان کی کیفیت اس پر ظاہر ہوتی جائیگی
کیونکہ اس پر اجماع عالم ہے اس پر نفس میں پس جب نفس برکت فنا و تہلک پہنچا ہے غلامی یا دیگر امور جو کچھ
نے اس میں انوار متعارف ہیں ان سب کو ظاہر کر لیا۔ سو یہ معرفت نامہ ہے جو انسان کو بقا کے درجہ پر حاصل
ہوئی ہے لیکن یہ معرفت انسان کے اپنے اختیار میں نہیں تمام انسانی کوششیں فنا کے درجہ تک ختم
ہو جاتی ہیں اور پھر تکسوہیت الہی ہے اور پس یہ مہویت کی نسیم جاتی ہے اسی پر وہ سب آثار ظاہر ہوتے
جالتے ہیں جو اس کی روح میں مرقع ہیں انسان کی روح میں ایک جلاسیلہ ہے کہ اس قدر خدا کے
سبب اس کی محتاج ہے کہ اس کی بغیر ہی نہیں سکتی مہویت اس پر ایک سیلہ سے محیط ہو رہی ہے
کہ جو تفریر از تفریر صراحت نہ کنا یغادر تو ضیاء تیشا بیان میں اس کی ایک سالک جب بقا کا مرتبہ مہویت
حضرت الہی سے پائے تو وہ کیفیت کہ جو چون او بیگوں ہیں اس پر تجلی ہوتی ہے اور جو توحق تجلی کے
پھر بھی اس کو بیان نہیں کر سکتا۔ من عرف کل لسانہ۔ اس را کہ خبر شرفش باز نیا و غرض
الہی تجلی کا نام معرفت نامہ ہے اور من عرف نفسه فقد عرف ربه کا مقصود حق تعالیٰ تعالیٰ واللہ
اعلم بالصواب۔ انہم نے جو سوالات لکھنے کا طریق نکالا ہے بہت اچھا ہے۔ مگر چاہئے کہ کتب
دوبیان نہ ہو یعنی خواہ خواہ سوال و جواب کا بلکہ جہ خدا کی طرف سے کوئی موقع پیش آئے تب مجال
کیا جاوے سلف صالح کا مکتوبات کا برکے لکھنے میں یہی طریق رہتا ہے اور جس کی معرفت کو خدا تعالیٰ ترقی
دینا چاہتا ہے اس کی زندگی میں خود ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں جیسے موقع نکلتے آتے ہیں جس سے
اس کو سوال کرنے کا استحقاق پیدا ہو جاتا ہے قرآن شریف جو جامع تمام معارف اور حقائق ہے عربی
پر چھپا ہوا بلکہ چھپا ہوا پیشانی نازل ہوا ہے۔ اور ہر ایک کائنات حکم اس کی ایک نمری شان قبول
رکھتی ہے۔ عالم اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم و خواجہ علی نقی و دیگر صاحب کلام ہیں

بیان ہر مکتوب بر سلسلہ مطابق روزنامہ مستطرح

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مخدومی کرمی انوریم علی شاہ صاحب سلسلہ اللہ تعالیٰ۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ انہم کہ
منایت نامہ چھپا جو میں خلق کی بھلائی ہے۔ ان کا دربان کرنا مضائقہ نہیں۔ صرف یہ خوف خدا

کہ تحفہ دہو کہ وہ اس راہ میں مزموم ہے اور مولوی گل حسن جھکا کا سوال کرم مطلق کی جناب میں
کچھ سوا وہ کی راہی نہ کھلتے۔ اس لئے اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی بندہ و قلاؤار کو رشداً و مہم شیعہ سے
کیا مطلب ہے شیخ مفید علیہ السلام صدی شیرازی رحمۃ اللہ نے کیا اچھا کیا ہے۔

اللہ کی رحمت

من بہ ستادہ ام ایچہ بخند مشغول	مرا ازین چو کہ خدمت قیوں یا نہ قبول
گر بنا شد بدوست رہ بردن	شرط عشق است در طلب مرون

اس راہ کے لائق وہ شخص ہے کہ وہ حال اور بقا سے کچھ مطلب نہ رکھے اور ان تمام واقعات اور کشفات
سے کچھ سہ نہ دیکھ نہ ہو کہ جو سالکوں پر کھلتے ہیں۔ کرامات اور خوارق عادت کا خواناں ہو اور حقائق میں
جو مایاں نہ ہو اور اس میں کسی اور مجاہدہ میں ہمت نہ دے اور خدا تعالیٰ کے بندوں میں سے فی الواقع ایک
ذیل جہد ہے تین خیال کرنا ہے اور اپنی زندگی کا اصل مقصد اس راہ میں جاننا ہے اور اسے کچھ
راہ پاوے یا نہ پاوے ماستیادوں کا یہی راستہ ہے۔ ان کو اس کا کام کہ حضرت احمد علیؑ کے
کا پہلے تعریف کر لیں کہ ہم کو آخر راہ لیا یا محض شروع کرنا ہے۔ معادقوں کو شے نہ لے سے کچھ کام نہیں
اگر بالفرض یہ وہ ہے ہر اہل سنت نہیں تو وہ اس کی ہر داشتہ نہیں محبوب کی اہل سنت بھی محبوب ہے۔

کل يوم هو في شأن۔ مسجد میں بھی کام سیدی کا شروع نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ چاہے تو انجام کو
پہنچ جائیگا۔ رات کیا محراب کی کہ بعض اشخاص میں جو اس عاجز سے مشغول نہیں کیا۔ وہ
بزرگ کی سہماہی مسجد و دوازہ کی پیشانی پر چھ آیات لکھتے ہیں۔ ایسا سمجھا گیا ہے۔ کہ فرشتے
ہیں اور بزرگ ان کے پاس بیٹھتے ہیں بعض آیات تحریر کرتے ہیں اور خط سیمائی میں جو بیان اور سلسلہ
ہے۔ لکھتے جاتے ہیں۔ تب اس طرح لے ان آیات کو پڑھنا شروع کیا جن میں ایک آیت یسویٰ ہو وہ یہ ہے
لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔ اور حقیقت میں خدا کے فضل کو کون روک سکتا ہے جس عبادت کو وہ بنا چکا ہے
اس کو کون سارکے۔ اور جو کچھ عزت دینا چاہتا ہے اس کو کون لیل کرے۔ اور اگرچہ مطہرین و زاکمین

اللہ کی رحمت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مخدومی کرمی احمد میر عباس علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد از
آنکہ وہ کہ خط پہنچا جس قدر آنکہ وہ مرنے کو شش اور سہی اٹھائی ہے اور اپنے نفس پر شقت اور

مکتوبات حضرت امام الزمان

پیدا کی ہے۔ وہی اس کو دور کرے اور ظاہری جگر ٹول میں یہ بھی نرم ہو جاتا چاہے قلت امر الخ لکن
شکار میں ہے انسان جب تک کہ نفس ہو جائے۔ اس جگر سے نفس ایک خالی نہیں قال اللہ عزوجل
یا ایہا الذین آمنوا انفسکم لا یفقرکم من ضل اذا هتد بہتم

مجموعہ شائع مطابق روزنامہ سلسلہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مخدومی کریم وغیرہ میرا پاس علی شاہ صاحب سلسلہ اللہ تعالیٰ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد از ان نعم
کا مکتوب بہت سلیس و سچا و سہل مسرت پہنچا خداوند کریم آپ کی تائید میں ہے اور کوئی مانع نہیں ہوگا
اس علو سے تعلق اور ارتباط کرنا کسی قدر مشکل ہو جاتا ہے۔ سو اس ابتلا سے آپ کو بچ نہیں سکتے
گر مینوں صحبت خواہی یعنی زود تر خلائے دشت تنہائی و طعن طے

مکتوبات حضرت امام الزمان

مرقت ربی برلی صبح الفصوحہ اس بارے میں بہت سی مادیات لکھی ہیں۔ خداوند کریم چاہے ہی
سورہ فاتحہ میں یہ تعلیم بھی ارادہ فرمادے کہ فتنہ خاں اس جگر بادشاہ مراد پر کشش اور معرفت
دو دونوں میں اور دونوں میں بندہ کا عجز ظاہر کیا گیا ہے۔ اسی طرح دوسری جگہ بھی حضرت خداوند کریم
فرمایا ہے۔ اللہ فخر السموات والارض کا امید رکھ لا بصائر وھودیدہ ان لا یصلہ

مکتوبات حضرت امام الزمان

جب تک خدا کی معرفت کا خدا ہی وسیلہ ہو۔ تب تک معرفت شرک کے رگ و ریشہ سے خالی نہیں ہو سکتا
بلکہ یہ تجلیات خاصہ حضرت احدیت کے معرفت خالق کامل کا حاصل ہونا ممکن ہی نہیں خدا کے شناخت
کرنے کے لئے خدا ہی کو چاہئے۔ پس حقیقت میں وہی طرف اور وہی معروف ہے۔ اور نیز یہ بھی چاہئے

مکتوبات حضرت امام الزمان

کہ تخلیق ربوبیت یکساں نہیں ہر ایک شخص کے لئے تجلی ربی الگ الگ ہے۔ اور حق ربانی تجلی ہے اسی قدر
معرفت ہے۔ کوئی طرف وسیع اور کوئی متبعض اور کوئی نہایت صافی اور کوئی اٹھ کم ہے۔ پس تجلی
بحسب حیثیت ظروف ہے۔ ایک کی معرفت دوسرے کی نسبت حکم عدم معرفت کا پیدا کر سکتی ہے
اور عارف غیر متساوی ہیں کوئی کلمہ نہیں جس کا پیدا کنندہ ہر ایک شخص بقدر اپنے ظرف کے حصہ ہوتا

مکتوبات حضرت امام الزمان

اللہ تعالیٰ نے آپ فرمایا ہے۔ انزل من السماء ماء فتحات اودیتہ بقدر ما یبغی
خدا نے آسمان کی پانی (اپنا کلام) انکار اور سوہر کی تالی حسب قدر اپنے ہر نخلی جوق پر پراچھا۔ اسی قدر پانی

مکتوبات حضرت امام الزمان

ہے۔ اور اپنے دھمکے بارے میں جو دریافت فرمایا ہے کہ جو اول سے ہی مقدس ہے وہ کیا ہوں گی جاتی
 ہے۔ جو اس میں تحقیق ہے کہ خدا تعالیٰ کا ہر ایک مقدر میں قانون قدیم ہی ہے کہ آپس نے ہر ایک کے بارے
 میں جو انسان کے مقسم ہیں اس کے حاصل ہونا مقدر کر دیا ہے۔ لیکن اس کے حاصل کرنے کے طریق بھی
 ساتھ ہی ہر قسم میں اور یہ قانون ان کو تمام شیاؤں میں جاری اور ساری ہے۔ جو شخص شایاں یا سبک چاہتا ہے
 اس کے لازم پڑا ہوا ہے کہ پانی پیوے۔ اور جو شخص دشمنی کو ڈھونڈھتا ہے۔ اس کو مارنا سبیل ہے
 کائنات کے سامنے آوے اور انہی کو ٹھٹھری میں بیٹھا نہ رہے۔ اسی طرح دعا اور صلوات و خیرات و دیگر
 عام اعمال صالح کو شرط حصول مرادات ٹھٹھرا کر رکھا ہے اور جیسے ابتدائے کسی چیز کا حصول مقدر ہوتا
 ہے۔ ساتھ ہی اس کے بعد بھی مقدر ہوتا ہے۔ کہ وہ دعا یا صلوٰۃ وغیرہ بجا لاوے گا تو وہ چیز اس کے حاصل
 ہوگی۔ پس جس شخص کا مطلب ہے ازل میں عاجز و موقوف کر رکھا ہے۔ سو اگر تقدیر میں اس کے حق میں ہے
 کہ اس کے مطلب حاصل ہو جائیگا۔ تو ساتھ ہی اس کے حق میں یہ بھی تقدیر میں ہے۔ کہ وہ دعا بھی ضرور کرے
 اور ممکن نہیں کہ وہ دعا سے رک جائے۔ تقدیر ضروری پوری ہو رہی ہو۔ اور ہر حال اس کے دعا کرنے کی ہر گز
 اور دعا میں ضرور نہیں کہ صرف زبان سے ہی کرے۔ بلکہ دعا دل کی اس عاجزانہ الفاظ کا نام ہے کہ چاہے
 نہایت بے قرار و مضطرب ہے کہ رونہا ہو جائے۔ اور جس جگہ آپ کو نہیں کر سکتا اس کو دور پر ناخدا
 الہیہ کے چاہے ہے پس حقیقت میں دعا انسان کے لئے ایک طبیعی امر ہے کہ جو اس کی سرشت میں ہے۔ جس کے
 شیرخوار بچہ بھی اپنی گرسنگی کی حالت میں گریہ و زاری سے اپنا ایسا اغاذاں لیتا ہے۔ کہ جس کی حالت کی
 حالت کہنا چاہئے غرض بزرگوں دعا کے خدا سے مدد ڈھونڈنا کوئی بناوٹ کی بات نہیں بلکہ فطرتی
 امر ہے اور خواہش معینہ مقربہ میں ہے جو شخص دعا کی توفیق دیا جائے۔ اس کو حق میں قبولیت اور استجاب
 بھی مقدر ہوتی ہے۔ مگر یہ ضرور نہیں کہ اسی صورت میں استجاب ہو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ انسان کسی مطلوب کے
 مانگنے میں غلطی کرے جیسے بچہ کبھی سانپ کو پکڑنا چاہتا ہے اور والدہ مہربان ہوتی ہے کہ سانپ کے پکڑنے
 میں اس کی ہلاکت ہے۔ پس وہ بچے کے سانپ کوئی خوبصورت کھونٹا اس کو دیدیتی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے
 کہ دعا کا مانگنا مقدمات اولیہ کے نقیض نہیں بلکہ خود مقدمات اولیہ میں سے ہے۔ اور اسی جنگ انسان
 باطبع نزول حوادث کے وقت دعا کی طرف جھک جاتا ہے۔ اور عارفین کا ذاتی تجربہ ہے کہ جو مانگتا ہے اس کو

عاجزانہ الفاظ

دعا کی گرسنگی

دعا کی فطرت

انسان کی دعا کی فطرت

نام امام الزمان

تسا ہے۔ ہر کینہ نام میں خدا کی مشیبتوں کی دعا کے ذریعہ سے عجیبے معجزوں پر فائز ہوا ہے۔ بعض لوگ مستجاب الدعوات کہتے ہیں اور اس کی اصلیت یہ ہے کہ حکیم مطلق نے
مقرر کیا ہوتا ہے کہ بہت سے اہل حاجات اُن کی دعاؤں سے اپنے مطلب کے پہنچ گئے۔ سو وہی اہل حاجات
اس شخص مستجاب الدعوات کو ملتے ہیں اور ہر قدر پورا ہوتا ہے۔ سو مستجاب الدعوات کی طرف ممکنہ ایک
نیک قال ہے۔ کیونکہ غالباً جو شخص مستجاب الدعوات کی طرف آیا ہے اس کی طرف میل کرنا اُس کو توفیق
دیا گیا ہے۔ وہ انہیں لوگوں میں سے ہوگا کہ جن کے حق میں ہم اذلی نے کامیاب ہونا اس کی دعا سے
لکھا ہے۔ مگر بات نہیں کہ جو مستجاب الدعوات مانگتا ہے۔ وہ بعینہ پورا ہوا جسے اُس کی وجہ
پہلے لکھ چکا ہوں۔ پہنچ کر اس میں روانہ کی گئی ہیں۔ بخیریت خواجہ علی صفا مولوی عبد القادر صاحب
سلام سنون پہنچے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اگر خدا نے چاہا تو وہ یہاں میں مولوی صاحب کی دعا کا کچھ
والا مرحلہ فی ید اللہ ولا حول ولا قوۃ الا بیا اللہ۔ والسلام

۲۶ ستمبر ۱۳۳۷ء مطابق ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مخدومی کریم اعظم میر عباس علی شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد نماز کو
کا مناسبت نامہ میں انتظامی کے وقت میں پہنچا۔ خداوند کریم! خیر و کم کو مروت زمانہ سے اپنے فضل
میں رکھے۔ جس قدر آپ اس عاجز سے محبت رکھتے ہیں وہی محبت اور تعلق اس عاجز کو آپ سے ہے۔ یہ سچ ہے کہ
مقام تعلقات محبت میں انسان یہی چاہتا ہے۔ کہ دیر تک اس ارغالی میں اتنا ہی وقت رہے۔ لیکن
اس مسافر خانہ کی بنیاد نہایت ہی قائم اور مستحکم ہے۔ اب تک اس عاجز پر جو کشف ہوا ہے۔ اُن میں
سے کوئی ایسا کشف نہیں جس میں طول عمر مفہوم ہو رہا ہے۔ بلکہ اکثر العام ذمہ دین ہوتے ہیں
جن کے ایک معنی کی روکو تو قریب فات سمجھا جاتا ہے اور دوسری معنی تمام نعمت ہیں اس بات کو خدا
یہ بہتر جانتا ہے کہ کون سے معنی مراد ہیں۔ یہ امام انی متوفیت ویرا فعلت الی اس قدر ہوا
جس کا خدا ہی شہادتا ہے۔ بعض اوقات نصف شہ کے بعد فجر تک گھنٹا ہوتا ہے اس کے بھی دو ہی معنی ہیں
رات کو اگر امام علیہ السلام ہوں۔ اور وہ ہے۔ قل یضیفک الی متوفیک۔ قل لا خبیات

نام امام الزمان

حضرت زین العابدینؑ بھی چند مرتبہ ہوا اس کے غصے کی روپی ہیں ایک تو یہ کہ جو تیرا سر و فیض
 جانی ہے اس کے گنہگار نہیں تیرے پر اقامِ نعمت کرونگا۔ دوسرے غصے یہ ہیں کہ میں وفاتِ عدوؤں کا
 جلیقہ نہیں کہ شخص کو آگ۔ اس قسم کے تعلقات کم و بیش کوئی لوگ میں اس عاجز پر اس قسم کے اہمال
 اور کائناتات اکثر وارد ہوتے رہتے ہیں۔ جن میں، غنی نسبت و بعض جاہلی نسبت۔ اُن کی تسکین
 کی نسبت اُن کے محاوروں کی نسبت۔ ان کی عمر کی نسبت ہر جوتہ رہتا ہے مابعد اصول و سہ
 کراماتوں کی اہل اپنے مولیٰ کی مرضی کے موافق رہتا پائے اور جو کچھ وہ ناپ کرے۔ وہ جہت ہے کہ جو کچھ
 جہت ہے محمود اختیار کرے۔ دل میں ارادہ تو ہے کہ ایک درود کئے آپ کے شریں دُش مُکریم مرضی باری تعالیٰ کی کر
 پورا ہو۔ مومنوی عبد اللہ صاحبِ موت کو بیت آباد کیجیے اور دلی انداز کے حصہ دینے شش زمین اور طہیز
 بھی کو شش زمین۔ والسلام ۲۰ نومبر ۱۳۲۸ء بمطابق ۱۰ محرم ۱۳۴۸ھ

فِيْمَا لَلّٰهُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ

[illegible]

ہندوئی اگر ہی بٹ گاڑا و دیکھ ہی شل بپ پوڑ واز و س اکھ گاڑاٹ گین اکین چنچ ترمیدار
نہم آوی تراض ہو گئے۔ لیکن خدا شہسارے ساتھ ہو گا وہ تہا سی مدو کر لگا۔ اللہ کے کلام بول نہیں
کیر بعد اس کے ایک دو اور امام اگر ہی ہیں جن میں سے کچھ تو معلوم ہے اور وہ یہ ہے :-

آئی شل بپ پو۔ مگر بعد اس کے یہ ہے :- یو میو تو گو امر تر۔ میر ایک فقر ہے۔ جس کے نئے معلوم
نہیں اور وہ یہ ہے۔ ہی بل شس ان دی قطع پشاور۔ یہ فقرات ہیں اس کو تنقیح سے نکالیں اور براہ
جلد جواب بھیجیں تا اگر ممکن ہو تو اخیر چیزوں میں بعض فقرات بموضع مناسب درج ہو سکیں جو مدت
مولوی عبد القادر صاحب، خواجہ علی صاحب سلام سہون پہونچے۔ ۱۲ دسمبر ۱۳۴۷ مطابق ۱۱ صفر ۱۳۴۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مخدومی کرمی انور میر عباس علی شاہ صاحب سند۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بھیرا، بھیرا
کا عنایت نامہ پہونچا۔ موجب ممنونی ہوا۔ آج میرا ارادہ تھا۔ کہ صرف ایک سہ ماہی کا مخدوم کی
فراقات کے لئے کو دہیانہ کا قصد کروں۔ لیکن خط آمدہ مطیع ریاض سند سے معلوم ہو کہ اس
طبع کتابکا ایتر ہو رہا ہے۔ اگر اس کا جلدی سے ارکٹ کیا جائے۔ تو کتابیں کو سہ ماہی کی لکھی
ہوئی میں طرب ہو جائیں گی۔ بہت یہ ہے کہ کایوں کی جو سات جز میں مطیع ریاض ہند سے بہت

کم استفاعتی مطیع کے مطیع ششم فور میں دی سی حین اور حتم پر مریدوں کا یہاں
کاپیوں کو جلد ترچاپ دیں گے۔ اور قبل اس کے جو پورانی اور خرابوں۔ چھپ چکی ہو خط آمدہ مطیع
ریاض ہند سے معلوم ہوا کہ وہ کاپیاں اب تک نہیں چھپیں اور خراب ہو گئیں ہیں کیونکہ ان کے لئے
جائے پر ضرور درکار کیا ہے۔ ناچار اس ہند و بیگ کے لئے کچھ دن امر تر شہر ناپڑیگا اور دوسری طرف
بھیرا پہونچ رہا ہے۔ کہ اس پر سیر کر کے ایک بعض اجاب بطور زمانہ قادیان میں آئیں گے اور ان کے
لئے ایک کاپی کاپیاں جو ضروری ہے سو پر عاجز بنا چاری امر تر کی طرف روانہ ہوتا ہے اور معلوم
کہ کیا پیش گوئی۔ اگر زندگی اور فرصت اور توفیق ایڑی یاد رہی۔ اور کچھ وقت میسر آ گیا۔ تو انشاء اللہ
القدر ایک دن کے لئے امر تر میں خراشت پا کر ان مخدوم کی طرف روانہ ہو گا۔ مگر وعدہ نہیں اور کچھ
خبر نہیں کہ کیا ہو گا اور خداوند کے فضل و کرم ربوبیت سے اس عاجز کو فرصت مل گئی تو اس کا

اور پھر شیعوں نے کچھ کا کچھ ظاہر کر رکھا ہے۔ ورنہ من انہم کہ من وانہم۔

۱۰۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مخدومی گرمی اخیر میر عباس علی شاہ صاحب کلمہ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد نماز آن مخدوم
کا سنایت نامہ پہنچا۔ مجھ کو آپ کا حد میں بہت شرمندہ کر رہا ہے۔ خداوند کریم آپ کے بہت ہی بخشتے
اور یشہ خارجہ تفضلات التوبہ پر بہت بھروسہ رکھتا ہے۔ اور یقیناً سمجھتا ہے کہ اُس کی رحمتیں اس
خدا صلا اور سچی کے صدمہ میں آثار نمایاں دکھلائیں گی، یہاں ممالی تو کچھ چیز متین اور اس کی آرزو
رہنے والے غفلت غلطی پر ہیں مومن کے لئے اس بستر اور کوئی نعمت نہیں کہ اس کا مولیٰ اگ
اُس پر راضی ہو کہ آپ کے نفس میں قیونیت کی شرائط پیدائیں اور اس عاجزانے دوسروں میں اس قسم کی
تقاربت کو بانی ہے۔ نیک نیت بنانا ہے۔ اگر اُس کا نہایت مشکل سو خدا نے استقامت اور
حسن ظن کی سہولت آپ کے نفس میں رکھی ہے۔ یہ بڑی خوبی ہے۔ کہ جس انسان اپنی مراد کو پہنچاتا
ہے اور نہایت بوجھ و غصہ وہ انسان ہے۔ جس کا انجام آغا کا خوش نہیں رکھتا اور بوقت اُس کے ہار کے
قریب پہنچا دیتی ہے اور نتیجہ وہ اس ہے۔ جس پر نیک ظن غالب ہے یہی وہ لوگ ہیں جو
ٹھوکر کھانے سے بچتے ہیں اور اُس کا فخر قی نور اُن کو شیعیانِ تاریکی سے بچا لیتا ہے۔ اور تھوڑے
سین جو ایسے ہیں اور الحمد للہ کہ میں آپ کو اُن تھوڑوں کے ازل درجہ میں دیکھتا ہوں بہت

جلد اول

کتابت حضرت امام الزمان

مکاشفہ کر کے اور یہ بات اس جگہ نہیں آچکے مبلغ پچاس روپیہ عین ضرورت کے وقت پہنچے بعض
 لوگوں کے لئے وقت تقاضا سے بالفعل پچاس روپیہ کی سخت ضرورت تھی دھار کے لئے یہ امام ہوا۔
 جس نے قبول کیا بلکہ کچھ زائد دعا قبول میکنم مہر جنوری مستند کو یہ امام ہوا۔ تاہم کچھ لوگ اپنے اپنے
 آگاہی کے لئے علیٰ خدا اللہ۔ مہر جنوری مستند مہر بیع الاول مستند

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مخدومی کرمی انور میر جاس علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ بعد سلام مستنون آن مخدوم کا عنایت نامہ پہنچا
 یہ نامہ اگرچہ بہت چاہتا ہے کہ ان مخدوم کے بار بار گفتگو کی تعمیل کی جائے مگر کچھ خداوند کریم ہی کی
 قوت کیسے اسباب آپڑے ہیں کہ رنگ جاتا ہوں نہیں معلوم کہ حضرت احدیت کی کیا مرضی ہے۔
 عاجز بندہ بغیر اس کی مشیت کے قدم اٹھا نہیں سکتا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ کسی مکان پر جو یلو
 نہیں رہا۔ یہ عاجز موجود ہے۔ اور جس کے لئے آدھی جن سے سابق تعارف نہیں ملنے کو ٹھٹھ ہونے
 ہیں اور آپ بھی ان کے ساتھ موجود ہیں مگر معلوم ہوا ہے کہ کوئی اور مکان ہے۔ ان لوگوں نے علاج
 میں کوئی بات دیکھی ہے۔ جو ان کو ناگوار گزری ہے۔ سو ان کے دل منقطع ہو گئے۔ اپنے اُس وقت بچہ کو
 کہا کہ وضع بدل لو۔ میں نے کہا کہ نہیں پرہش ہے۔ سو وہ لوگ بیزار ہو گئے۔ اور ایک دوسرے مکان میں
 جو اس لئے ہے جا کر بیٹھ گئے۔ تشبیہ آپ بھی ساتھ ہیں میں ان کے پاس گیا۔ تاہم اپنی اطلاع ان کو غادر ہونا
 یہ بھی انہوں نے بیری سے کہا کہ ہم غادر ہونے چکے ہیں تب اس عاجز نے ان سے علم ہونا اور کتنا
 کرنا چاہا۔ اور ہر نکلنے کے لئے قدم اٹھایا معلوم ہوا کہ ان سب میں سے ایک شخص بچے چلا آئے جب
 نظر اٹھا کر دیکھا تو آپ ہی ہیں اب اگرچہ خولوں میں قیادت معتبر نہیں ہوتے۔ اور اگر خدا چاہے تو قدرت پرست
 کو بدل بھی کر دیتے ہیں۔ لیکن اندیشہ گہرا ہے کہ خدا نخواستہ وہ آپ ہی کا شہرہ ہو۔ لوگوں کے شوق اور
 اراوت پر آپ خوش نہ ہوں حقیقی شوق اور ارادت کو جو نعرہ اور ابتلا کے مقابلہ پر کچھ ٹھہر سکے۔ لاکھوں
 میں سے کسی ایک کو ہوتا ہے۔ جو نہ اکثر لوگوں کے قول تھوڑی تھوڑی بات میں بدعتی کی طرف جھکا جاتے ہیں
 اور ہر پہلو حال سے بچا حال ان کا ہوتا ہے عداوت وہ شخص ہے کہ جو رابطہ توڑنے کے لئے
 جلد تر تیار نہ ہو جائے۔ اور اگر ایسا شخص جس پر اتنا بڑا بھی کسی فسق اور مصیبت میں مبتلا نظر آئے۔ یا کسی

در بیان امور دینی
در بیان امور دینی
در بیان امور دینی

اگر کسی کا کلمہ اور قوی اس کے ہاتھ سے نہ ہو تو دیکھو۔ یا کچھ اسباب اور شایا منیات کے تحت اس کے
پر موجود یا ہو۔ تو حذر کر اپنے جاس سے باہر نہ آوے۔ اور اپنی درینہ خدمت اور اروت کو ایک یا امت میں
دکھانے بلکہ قیاساً دل میں سمجھ کر ایک بتلا ہے کہ جو میرے لئے پیش کیا ہو اپنی اذات اور خدمت میں کچھ
مقرر ہوا نہ کرے اور کوئی اعتراض پیش نہ کرے اور خدا سے چاہے کہ اس کو اس بات سے نجات بخشے اور اگر
یہ ستمین تو پھر کسی کسی وقت اُس کے لئے ٹھوکر پیش ہے جن پر خدا کی نظر لاف ہے۔ اُن کو خدا
ایک مشرب پر نہیں نکھتا بعض کو کوئی مشرب بخشا اور بعض کو کوئی اور اُن کو کون میں ایسے بھی مشرب ہیں
کہ جو ظاہری علماء کی سیر ہے بہت دور میں حضرت موسیٰ جیسے اولوالعزم رسول خضر کے کاموں کی تکرار
سوسیرا و حیران ہوئے اور ہر چند وہ دیکھی کیا کہ میں اور عرض نہیں کہ وہ نگاہ پر جوش مشرب کے اعتراض کر
بیٹھے۔ اور وہ اپنے حال میں سزا دیتے تھے۔ اور خضر اپنے حال میں منظور تھا۔ عرض اس مشرب کو گویا
کی خدمت میں اراد کے ساتھ آنا آسان ہے۔ مگر اذات کو سلامت لیجان مشکل ہے۔ بات وہ ہے
کہ خدا کو ہر ایک ذریعہ امتداد مستطوع ہے تا وہ اُن پر اُن کی چھی ہوئی بیماریاں نکال کر دے۔ مومناتیت
پر قسمت وہ شخص ہے کہ جو اُس ابتلا کے وقت تباہ ہو جائے۔ کاش اگر وہ دور کا دور ہی رہتا تو اس
لئے چھتا ہوتا۔ اور جیل کچھ جبکہ زیادہ شریعت تھا۔ پر رات کے دانے اُس پر وہ ناش کیا اگر کسی بوجہ
مدی میں کسی مسلمان کے گھر میں یا ہو جائے تو شاید وہ غیبت اُس کی چھی نہ تھی۔ سو غیبت اسحاق ہی سے
ظاہر ہوتی ہیں بہتر ہے کہ حق خود میں اس عاجز کی تکلیف کشی کے لئے بہت دوزخ میں نہ لکھی جائے
کا مکمل ہے بجا ہر معمولی ناموں اور عابدوں کے مشرب پر نہیں اور اُن کی ہر اور عادت کے مطابق
اوقات رکھتا ہے بلکہ اُن کے پر اس سے نہایت بیگناہ دور ہے۔ سیفعل اللہ ما یشاء۔ اگر خدا
نے چاہا۔ تو وہ قادر ہے کہ اپنے خاص ایمان سے اجازت فرماوے ہر ایک کے لئے اس کے لئے واکر
اور جو پردہ غیب میں نفی ہے۔ اُس کے امور کے نظر میں۔ باقی سبغیرت ہے۔

ابن حوری سلمیٰ مطابق ما یرجع الال سلمیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خود ہی کہی ہو یہ صاحب ملک۔ یہ سلام سنوں گا خودم کا خط ایچ ہر شرم میں نہکا وہ باطنی جلیب

میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے ایک خط دہلی کے علماء کی طرف سے اس کا ساکر کیا تھا۔ کوئی
 شخص نے اس کو سنوئی بہ نسبت اس خاکسار کے طلب کیا ہے۔ نہایت رفق اور ملائمت سے رہا ہوا ہے۔
 اے حضرت خداوند کریم کی طرف سے السلام ہوا۔ یا عید الزلف الخ یا نفع الخ الخ یا عید الخ
 یا نفع الخ یا عید الخ۔ شہید پر سوں کر السلام ہوا تھا۔ یہی سخن الکتاب بقوۃ۔ خذھا
 ولا تحف منعیہا سیرتھا الا ولی۔ یہ آخری فقرہ پڑھنے بھی السلام ہو چکا ہے۔

ہا فروری ۱۳۳۷ مطابق ۱۹۱۷ عریض الشان ۱۳۳۷

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خدیوی کریم مرید اس علی سید اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد ازاں اپنے
 جو قول وحدت وجود کی نسبت استفسار فرمایا ہے۔ اس میں بہتر تھا کہ اول آپ اُن وسوسوں
 اور اوہام کو نکھتے جن کو قائلین اس قول مقیم کے بطور دلیل آپ کے رویہ پیش کرتے ہیں کیونکہ
 اس عاجز نے ہر چند ایک مرتبہ دراز تک غور کی۔ اور کتاب اللہ اور احادیث نبوی کو تہہ و نظر تمام
 کیا اور محی الدین عربی وغیرہ کی تالیفات پر بھی غور فرمایا کہ جو اس طور کے خیالات بھروسے ہوئیں
 اور غور عقل خدا داد کی روش سے بھی خوب سوچا اور فکر کیا۔ لیکن آج تک اس معنی کی بنیاد پر کوئی دلیل اور
 صریح حجت ملنے نہیں آئی۔ اور کسی نوع کی برہان اس کی صحت پر قائم نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کا ابطال
 پر یقین قوت اور حجت قطعیہ قائم ہوتے ہیں۔ کہ جو کسی طرح اٹھ نہیں سکتیں اول غری بھاری دلیل اسلام
 کے لئے بلکہ ہر ایک کے لئے کہ جو حق پر قدم مارنا چاہتا ہے۔ قرآن شریف ہے۔ کیونکہ قرآن شریف
 کی آیات حکامات میں بار بار یہ تاکید طہر پر کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ کہ جو کچھ صالحی السموات والارض
 ہے۔ وہ سب مخلوق ہے اور خدا اور انسان میں ابدی اختیار ہے کہ جو اس عالم میں اور نہ دوسرا عالم میں
 مرتفع ہوگی۔ اس جگہ بھی بندگی سچا رہی ہے اور وہاں بھی بندگی سچا رہی ہے۔ بلکہ اس پاک کلام میں
 نہایت تصریح سے بیان فرمایا گیا ہے کہ انسان کی روح کے لئے عبودیت دائمی اور لازمی ہے۔
 اور اس کی پیدائش کی عبودیت ہی علت غائی ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ**
وَالْإِنْسَ إِلَّا لِعِبَادَتِي۔ یعنی میں نے جن اور انس کو پستش جائی کے لئے پیدا کیا ہے

اور پھر انسان کامل کی روح کو اس کے آخری وقت پر خطاب کر کے فرمایا ہے۔ **يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الطَّمَنَّةُ**
اِرجعي إلى ربك راضية مرضية فادخلي في عبادي وادخلي جنتي۔ یعنی
 اے نفس بحق آرام یافت اپنے رب کی طرف واپس چلا آؤ اس سے راضی اور راضی ہو کر
 بندوں میں داخل ہو اور میرے بہشت میں اندر جا۔ ان دونوں آیات جامع البرکات کا ظاہر ہے کہ
 کہ انسان کی روح کے لئے بندگی اور عبودیت دائمی اور لازمی ہے اور اسی عبودیت کی غرض سے وہ پیدا
 کیا گیا ہے۔ بلکہ آیت موفّر الذکر میں یہ بھی فرمایا ہے کہ جو انسان اپنی سعادت کا کار کو چھوٹی جاتا ہے۔
 اور اپنے تمام کمالات فطرتی کو پالتا ہے اور اپنی جمیع استعدادات کو، تنہائی و درجہ تکمیل کو نچا دیتا ہے۔
 اس کو اپنی آخری حالت پر عبودیت کلمی خطاب ملتا ہے اور فادخلی فی عبادی
 کے خطاب سے بیکار جاتا ہے۔ سو ایک دیکھئے۔ اس آیت کے کس قدر بصر احست ثابت ہو رہے
 کہ انسان کا کمال مطلوب عبودیت ہی ہے۔ اور سالک کا انتہائی مرتبہ عبودیت تک ہی ختم ہوتا
 ہے۔ اگر عبودیت انسان سکے لئے ایک عارضی جامہ ہو تو۔ اور اصل حقیقت اس کی الوہیت ہوتی
 تو چاہئے تھا کہ بعد طے کر سنے تمام مراتب سلوک کے الوہیت کے نام سے بیکار جاتا لیکن فادخلی
 فی عبادی کے نقطہ سے ظاہر ہے کہ عبودیت اس جہان میں بھی دائمی ہے۔ جو اب الابلہ ہو گئی
 اور آیت باور بلند بیکار رہی ہے۔ کہ انسان کو کیسے ہی کمالات حاصل کرے۔ مگر وہ کسی حالت میں
 عبودیت کا باہر ہو ہی نہیں اور ظاہر ہے کہ جس کیفیت سے کوئی شے کسی حالت میں باہر ہو سکے
 وہ کیفیت اس کی حقیقت اور ماہیت ہوتی ہے۔ پس چونکہ از روئے بیان واضح قرآن شریف کے
 انسان کے نفس کے لئے عبودیت ایسی لازمی چیز ہے کہ نبی بن کر اور نہ رسول بن کر اور نہ صلیق
 بن کر اور نہ شہید بن کر اور نہ اس جہان میں اور نہ اس جہان میں الگ ہو سکے جو یہ تمام چیزیں
 تھے۔ انہوں نے عبد کا ورہ مسمولہ ہوتا اپنا فخر سمجھا تو اس سے ثابت ہے کہ انسان کی
 اصل حقیقت و ماہیت عبودیت ہی ہے۔ الوہیت نہیں اور اگر کوئی الوہیت کا دعویٰ ہے۔ تو بقول
 اس حکم اور تین آیت کے کہ فادخلی فی عبادی ہے۔ کوئی دوسری آیت پیش کرے
 کہ جس کا مفہوم فادخلی فی ذاتی ہو۔ اور خود قرآن شریف جا بجا اپنے نزول کی حجت غامی بھی

حکایت امام علی

الوہیت کا دعویٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مفسر ان کے لیے جو بدوینت پر لوگوں کو قائم کرے اور خدا نے اپنی کتاب میں ان لوگوں پر لعنت
کی ہے جنہوں نے مسیح اور بعض دوسرے نبیوں کو خدا سمجھا تھا پس یہ گروہ لوگ جس کے
مستحق ہو سکتے ہیں جنہوں نے تمام جہان کو یہاں تک کہ ناپاک اور پلید روح کو بھی کہ جو شرارت
اور فسق کو بڑھاتا ہے جس پر خدا سمجھ لیا ہے۔ ہاں یہ بات سچ ہے کہ قرآن شریف کی تعلیم کی وجہ
توجہ تین مرتبہ ہے۔ ایک اولیٰ اور ایک اوسط اور ایک اصلی۔ تفصیل اس کی یہ ہے
کہ اولیٰ مرتبہ توحید کا کہ جس کے بغیر ایمان متحقق ہی نہیں ہو سکتا۔ نفی شرک کا ہے یعنی اس شرک کے
بیزاری جو شرکین بعض ظلم اور باطنی کی مادی سے مخلوق چیزوں کو خدا کے کاموں میں شریک
سمجھتے ہیں یعنی کسی قوم نے سوچا اور چاہا کہ آگ اور پانی کو دیوتے قرار دے لیا ہے۔ اور ان سے
ملاوینے لگتے ہیں۔ اور کسی قوم نے بعض انسانوں کو خدائی کا مرتبہ دے رکھا ہے۔ اور خداوند کریم
کی طرح ان کو قادر مطلق اور قاضی الحاجات خیال کر رکھا ہے۔ سو یہ شرک ہے جو نظام ہی ہے
کہ ہر ایک عاقل کو، حاجت نظر آتا ہے۔ لیکن دوسری قسم شرک کی جو قرآن شریف میں
بیان کی ہے جس کے پھر پڑھنے پر توحید کی دوسری قسم موقوف ہے۔ وہ اس کی نسبت پھر
باریک ہے۔ کہ وہاں کلام اس کے سمجھ نہیں سکتے یعنی اسباب کو کار خدا قدرت حضرت احدیت
میں شریک سمجھنا اور فاعل اور مؤثر حقیقی خدا ہی کو چھوڑنا۔ مثلاً ایک دوکاندار مسلمان جب عین
بحول خریداروں کے وقت میں باگ خدا جو شکر ہے۔ تو دل میں خیال کرتا ہے کہ اگر میں اس وقت
جسکی نذر کے لئے اپنی دکان بند کر کے گیا۔ تو مرا بڑا بڑا ہرج ہو گا جس کی نذر میں خطبہ سننے کا
پڑھنے اور پھر شائد وہ خطبہ سننے میں حضور در لگے گی۔ اور اس حرم میں سب خیر اور چلے جائیں گے
اور ہر آدمی اس بیان شہرے پہنچے سے تصور ہے۔ اس سے محرم ہوں گا۔ سو یہ شرک تیسرا ہے
سہا کیونکہ اگر وہ دوکاندار جانتا کہ ہر ایک مازق قادر و متصرف مطلق ہے جس کے ساتھ میں تمام
قبض و بسط رزق ہے اور اس کی اطاعت کرنے میں کوئی نقصان عائد حال نہیں ہو سکتا۔ اور اگر
ارادہ کے برخلاف کوئی تہیہ و حیلہ رزق کو فراخ نہیں کر سکتا۔ تو وہ اس شرک میں ہرگز مبتلا نہ ہوتا
اور یہ قسم دوم شرک کی جو کہ باریک ہے۔ اس وجہ سے ایک عالم اس میں مبتلا ہو رہا ہے۔ سو اکثر لوگ

اسباب پرستی پر استدلال ہے کہ گویا وہ اپنے اسباب کو اپنا خدا سمجھ رہے ہیں۔
 شرک و حق کی بیداری کی طرح ہے کہ جو اکثر نظروں سے مخفی اور عجیب رہتا ہے اور سب سے
 شرک کی جو قرآن شریف میں بیان کی گئی ہے۔ جس کے چھوڑنے پر قیصری قسم تو جیسے کہ خود
 وہ نہایت ہی ہارکیت ہے کہ بیکر خاص بالغ نظروں کے کسی کو معلوم نہیں ہوتی۔ اور نیز اگر کوئی
 کوئی اس سے غلامی نہیں پاتا اور وہ یہ ہے کہ ماسوا اللہ کے بلکہ داشت دل پر غالب رہتا اور ان
 کی محبت اور ان کی محبت یا عداوت میں اپنی اوقات ضائع کرتا اور ان کی تاجیز مستی کو کچھ غیر
 سمجھتا اور اس شرک کے چھوڑنے پر توحید کامل موقوف ہے۔ شب محقق ہوتا ہے کہ جب یہ محبت ہوتی
 پر استدلال محبت اور محبت انہی کا استیلا ہو جائے کہ اس کی نظر شود میں ہر ایک موجود ماسوا اللہ
 موجود ہونے کے معدوم دکھائی دے۔ یہاں تک کہ اپنا وجود بھی فراموش ہو جائے۔ اور جو
 حقیقی کاغذ اس کا مل طور پہنچے۔ سو اس کے آگے کسی چیز کی ہستی اور حقیقت باقی نہ رہے
 اور اس توحید کا کمال اس بات پر موقوف ہے کہ ماسوا اللہ واقعی طور پر وجود نہ ہو۔ مگر سالک
 کی فکر و اعتقاد میں کہ جو محبت الہیہ سے کامل طور پر بہرہ ور گئی ہے وہ وجود غیر کا معدوم دکھائی دے
 اور غلبہ محبت احدیت کی وجہ سے اس کے ماسوا کو منفی اور معدوم خیال کرے۔ کیونکہ اگر وجود
 ماسوا کافی الحقیقت منفی اور معدوم ہی ہو۔ تو پھر اس توحید وہ سویم کی تمام خوبی برباد ہو
 جائے گی۔ وجہ یہ کہ ساری خوبی اس توحید وہ سویم میں ہے کہ مبدی حقیقی کی محبت و عظمت
 اس قدر دل پر استیلا کرے کہ جو غلبہ اس شود نام کے دوسری چیز میں معدوم دکھائی دے۔
 اب اگر دوسری چیز میں فی الحقیقت معدوم ہی ہیں تو پھر اس استیلا و محبت اور غلبہ شود عظمت
 کی تاثیر کیا ہوئی۔ اور کون کمال اس توحید میں ثابت ہوا۔ کیونکہ جو چیز فی الواقعہ معدوم ہے
 اس کو معدوم ہی خیال کرتا یا ایسا نہیں ہے۔ کہ جو استیلا و محبت پر موقوف ہو بلکہ محبت اور
 شود عظمت نام کی کمالیت اسی حالت میں ثابت ہوگی۔ کہ جب عاشق و مملوہ محض استیلا و عشق
 کی وجہ سے نہ کسی اور وجہ سے اپنے معدوم کے ماسوا کو معدوم سمجھے اور اپنے معشوق کے
 غیر کو معدوم خیال کرے گو عقل شرع اس کو سمجھاتی ہوں۔ کہ وہ چیزیں حقیقت میں معدوم

خوش میں جیسے ظاہر ہے کہ جب دن چڑھتا ہے سور لوگوں کی آنکھوں پر نور آفتاب استیلا کرتا ہے۔ تو باوجود اس کے کہ لوگ جانتے ہیں کہ ستارے اس وقت معدوم نہیں مگر بھی بوجہ استیلا ان کے دور کے کہ ستاروں کو دیکھ نہیں سکتے۔ ایسا ہی استیلا محبت اور عظمت اللہ کا سب صادق کی نظر میں ایسا ظاہر کرتا ہے۔ کہ گویا تمام عالم پر اس کے محبوب کے معدوم ہے۔ اور اگر محبت حقیقی میں یہ تمام امور کامل اور اتم طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی عشق مجازی کا مثلاً بھی اس فائیت درجہ عشق پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ اپنے معشوق کے غیر کو یہاں تک کہ خود اپنے نفس کو کامدوم سمجھنے لگتا ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ مجنون جس کی نام قیس ہے۔ اپنے عشق کی آخری حالت میں عیاں دوانہ ہو گیا کہ یہ کہنے لگا کہ میں آپ ہی لیلی ہوں۔ سو یہ بات تو نہیں کہ فی الحقیقت وہ لیلی ہی ہو گیا تھا۔ بلکہ اس کا یہ باعث تھا کہ چونکہ وہ موت تک تصور لیلی میں غرق رہا۔ اس لئے آہستہ آہستہ اس میں خود فراموشی کا اثر ہونے لگا۔ ہوتے ہوتے اس کی استغراق بہت ہی کمال کو پہنچ گیا اور محویت کی اس حد تک جا پہنچا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ جنون عشق سے انا اللیلے کا دعویٰ کرنے لگا اور یہ خیال دل میں بند ہو گیا کہ فی الحقیقت میں ہی لیلی ہوں۔ غرض غیر کو معدوم سمجھنا لازم کمال عشق میں سے ہے۔ اور اگر فی الحقیقت معدوم ہی ہے۔ تو پھر وہ ایسا ہر نہیں ہے کہ جس کو استیلا محبت اور جنون عشق سے کچھ بھی حلق ہو اور غلبہ عشق کی حالت میں محو تھے آثار پیدا ہو جائے کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کو انسان شکل سے سمجھ سکے۔ شیخ مصلح الدین کشمیرازی نے خوب لکھا ہے۔

دراچیم حکایت کن نہ از روم	کہ دارم دلستانے اندرین بوم
چوروسے خوب او آید ببیام	فراموشم شود موجود و معدوم
اور پھر ایک اور جگہ فرماتے ہیں	
یا تو مشغول و ناتواں ہوں	و از تو پشیمانی تو میخورم
۳ مرا از تو آگهی دادند	بوجود دست گرد خود آگاہم
اور خود وہ محویت کا ہی اثر تھا۔ جس سے دنیا کی سہیلیوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لیں۔	

و از تو پشیمانی تو میخورم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسبغ کلام یہ ہے کہ قرآن شریف میں کمال توحید کو یہی وجہ بیان کیا گیا ہے کہ جو جناب
 توحید استیلا و محبت اور شہود و عظمت مجرب حقیقی کی خبر کے لئے جو کلام مذکور خیال کرے و کفری الواقعہ غیر معذور
 ہی ہو کیونکہ معذور کو معذور بنیل کرنا ترغیب و مشق اور محبت سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ سو عاشق صادق کے لئے
 توحید ضروری اور لازم ہے کہ اس کے کمال عشق کی علامت یہی توحید ہے کہ اس کا شہود بیزاریاں ہے۔ وہ اپنے
 عقلی طور پر بھی فی الواقعہ ہی موجود سمجھتا ہو۔ کیونکہ وہ اپنے عقل میں ہو کر ایسی باتیں پرگزشتہ نہیں لگا۔ اور
 حق الیقین کے مرتبہ کے لحاظ سے جب یہ کہتا ہے۔ تو حقائق مشیہ اسے انکار نہیں کر سکتا۔ بلکہ جب اس کا خیال
 فی الواقعہ موجود ہیں ایسا ہی اُن کی موجودیت کا اقرار کرتے ہیں اور چونکہ یہ توحید شہودی فنا کے لئے لازمی اور
 ضروری ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اس کا ذکر اپنے پاک کلام میں بسط سے فرمایا ہے۔ اور نادان جب
 اُن بعض آیات کو دیکھتا ہے۔ تو اس دھوکہ میں پڑ جاتا ہے۔ کہ گو یا وہ آیات توحید و وجودی کی طرف اشارہ
 اور اس بات کو نہیں سمجھتا کہ خداوند کے کلام میں تناقض نہیں ہو سکتا جس حالت میں اُس نے صمد آیات
 بیانات اور نصوص صریحہ میں اپنے وجود اور مخلوق کے وجود میں اقرار کئی ظاہر کر دیا ہے اور اپنے منہ صحت
 کو موجود واقعی قرار دیکر اپنی صانفیت اُس سے ثابت کی ہے۔ اور اپنے خیر کو شقی اور سعید کی قسموں میں
 تقسیم کیا ہے۔ اور بعض کے لئے مخلوق و جنیت اور بعض کے لئے مخلوق و جنم قرار دیا ہے۔ اور اپنے تمام فیوض
 مرسلوں اور صدیقیوں کو بندہ کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ اور آخرت میں اُن کی عبودیت و ایمانی غیر منقطع کا
 ذکر فرمایا ہے تو پھر ایسے صاف صاف اور کھلے کھلے بیان کے مقابلہ پر کہ جو بالکل عقلی طریق سے بھی
 مطابق ہے۔ بعض آیات کی کسی اور طرح پر معنی کرنا صرف اُن لوگوں کا کام ہے کہ جو راہ راست کے حساب نہیں
 بلکہ تمام پسند اور آواز و طبع ہو کر صرف الحاد اور زندقہ میں اپنی عمر بسر کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے
 کہ اگر انسان عقل کی روش سے بھی نظر کرے۔ تو وہ فی الفور معلوم کر لے گا کہ مشیت خاک کو حضرت
 پاکؐ کو کچھ بھی نسبت نہیں۔ انسان دنیا میں اگر بہت سے کلمات اپنی مرضی کے خلاف دیکھتا ہے۔
 اور بہت سے مطالبہ وجود و دعا اور تضرع کے بھی حاصل نہیں ہوتی۔ پس اگر انسان فی الحقیقت خدا کا
 ہے۔ تو کیوں صرف کچھ فی کون کے اشارہ سے اپنے تمام مقاصد حاصل نہیں کر لیتا۔ اور کیوں
 صفات الوہیت اس میں محقق نہیں ہوتیں کیا کوئی حقیقت اپنے لازم ذاتی سے محروم ہو سکتی ہے

پس اگر کوئی حقیقت الوہیت ہے تو کہیں انکار الوہیت اس سے کیا ہر نہیں ہوتا حضرت یحییٰ علیہ السلام
 چاہیں اس سے کہہ سکتے ہیں کہ اپنے عزیز و عزیز کا کچھ نہ ملا۔ مگر اسی وقت کہ جب خدا نے چاہا پس
 جبکہ صفات الوہیت تینوں میں ظاہر نہیں ہوتے۔ قیادہ کون ہے۔ جس میں ظاہر ہوں گے
 اور جب تک کوئی ایسا مرد پیدا نہیں ہوا کہ جس نے میدان میں اگر تمام محالوں اور موانعوں
 کے سامنے الوہیت کی طاقتیں دیکھ لائی ہوں۔ تو پھر اسے کہہ کر امید رکھیں۔ ماسوائے
 یہی دیکھنا چاہئے کہ انسان سے کچھ کیسے بڑے اور ناپاک کام صادر ہوتے ہیں پس کمال
 کی ماقبل کی تجویز کر سکتی ہے۔ کہ یہ سب ناپائیاں خدا کی رحمت کر سکتی ہے۔ پھر علاوہ اس کے
 مخلوق کے وجود سے انکار کرنا دوسرے نقطوں میں اس بات کا دعویٰ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ
 قادر مطلق نہیں۔ کیونکہ اگر اس کو قادر مطلق مان لیا ہے۔ تو پھر اس کی قدرت ناممکن اسی بات
 پر ثبوت موقوف ہے کہ جو چاہے پیدا کرے۔ ذکر ہندوؤں کے اور آدمیوں کی طرح ہر جگہ بڑے پہلے
 کام کرنے کے لئے آپ ہی جنم لیتا رہے۔ سو خدا کی ذات سے سب قدرت کرنا اور اس کی طرح طرح
 کے گناہوں اور پاپوں اور بے ایمانیوں کا سور و شہوات اور انواع و اقسام کی جہالتوں کو اس پر خدا
 رکھنا ہی تو محدود و محدودی کا نتیجہ ہے۔ جس کو وجودی لوگ نہیں سمجھتے۔ عقلمند انسان کا یہ کام ہوتا
 ہے۔ کہ وہ ایسا دعویٰ ہرگز نہیں کرتا۔ جس دعویٰ کا ثبوت اس کے پاس موجود نہیں ہوتا پس
 اگر یہ لوگ مائل ہوتے تو ایسا دعویٰ کرنے سے متناہی ہوتے۔ نہ چھوڑ دینا ان میں ہے
 کہ ان کی زبان ان کے فعل اور عمل پر غالب ہو رہی ہے۔ سو ان خیال نہیں کرتے۔ کہ ہم کو نفس اتنا
 ہے کہ اس تک پہنچنا مشکل ہے۔ اور کس قسم کی غفلت ہمارے دلوں پر طاری ہو رہی ہے۔ سو کہہ کر
 ہم دونوں جہد و نامیہ میں مل رہے ہیں اگر یہ لوگ ایسا خیال کرتے اور انسانی قریات کو
 حال کے ذریعے سے دیکھتے۔ و صرف قال کے ذریعے سے۔ تو یہ تمام ادنام ان کے خود بخود آشکار
 مثلاً ایک مائل سراج کے پاس یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ جب کوئی سراج فلاں جڑ پر ہو چکا
 ہے۔ تو بجائے دو آنکھ کے اس کی چار آنکھیں ہو جاتی ہیں۔ اور موندہ سے سننے ہے۔ اور گانوں
 کے ساتھ کہہ سکتا ہے۔ تو ایسی خلاف ثبوت خبر صرف اس حالت میں عقلمند یقین کر سگے

اسی طرح

نہایت

مذہب کا حال نہیں

کہ جب بیان کنندہ اس خبر کو خدا سے جزیرہ میں ہو کر آیا ہو تو ہر چار اکھیں اور ایسا منہ اور ایسے کان اس سے دکھلائے ہوں۔ اگر کوئی انسان پیش کرے کہ وہ جس پر یہ صفیں موجود ہوں۔ اور اگر ایسا ہی کیا تو ہرگز وہ مائل اس بات کو تسلیم نہیں کرے گا اور ثابت کرنا اس امر کو یہ جواب دیجئے کہ نبی بھی تو اس چیز کی طرف پلہ جاتے ہیں۔ سو اگر ایسی ہی اس جزیرہ میں خاصیت ہے۔ تو میری بھی مثال جا کر آکھیں گے جہاں میں۔ اور میں بھی وہی ہے جس سے سنوں گا کہ ان کا دوس سے دیکھوں گا جب خود میں میرے اس بیان کو قبول کر لوں گا۔ اب میں بلا ثبوت کیوں کر قبول کر سکتا ہوں۔ سو سمجھو چاہئے کہ جو انسان اپنے نفس کو دھوکہ نہیں دیتا اور اپنے خیال کو گمراہی میں ڈالتا نہیں جانتا وہ باقی پھوڑ دیتا ہے اور کام کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور سرگرمی سے منزل مقصود کی طرف قدم رکھتا ہے۔ پھر اس راہ کے تمام عجیب گناہ اس کو دیکھنے پر تیار ہیں۔ اور بڑی ہمتی سے حق الامر اس پر نکل جاتا ہے۔ مگر جو کوئی خوف باتوں میں مقید رہتا ہے۔ اور بعض شے سنائے قصوں پر کہ جو عقل اور شریعت سے بکل منافی ہیں۔ جسم جاکے۔ وہ اپنے نفس کو آپ داکھ میں ڈالتا ہے حقیقت میں ایسے لوگ خدا تعالیٰ سے بالکل بے فرض ہیں۔ اور وسیع مشرکی کے پردہ میں اپنے نفس مارہ کی خواہشوں کو پروا کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ان کی سرشت میں کچھ نہ ہو مدد کی ہے۔ تو پہلے انسان بن کر ہی دکھلا دیں۔ چھپے سے الوہیت کا دعویٰ کریں۔ کیونکہ ان بن بننے کے ہی ایسے لوگ ہیں جن کی ابھی تک تھو ان میں نہیں آئی۔ ان کے حصول کی کچھ پروا نہ رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ امت محمدیہ کی آپ اصطفیٰ کرے۔ جب غریبوں پر اور پریس۔ اور عاجز بہائم اپنی حالات طبع کے اس معنوں کو تفصیل اور ربط سے نہیں سمجھ سکتے لیکن میں امید رکھتا ہوں کہ غالب حق کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ مگر جس شخص کا متعلق خدا نہیں اس کو کوئی دقیقہ معرفت اور کوئی نشان مفید نہیں۔ ولا یقنی الا یا ف والذین امن قوی یحییٰ موتوں۔ اور عاجز وہ وطن کے رخص استقامت کی فرض سے خط کشا لے گا۔ اور اس میں قوی عسکری علی اللہ اترے کی طرف روانہ ہوتا ہوں۔ والسلام

۱۳ فروری ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۴ مارچ ۱۳۳۷ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خدمتِ مکرری انور میرزا علی شاہ صاحب سلمہ۔ بعد سلام مستون آن خدمت کا خط بعد واپسی
بہرِ نرسہ فرمادہ کہ لا۔ اس خدمت چہ فکر اور تردد نکریں اور یقیناً سمجھیں کہ جہدِ مفاہیہ کا حکمت
سے خالی نہیں بڑی برکات ہیں۔ کہ جن کا ظاہر ہوتا مسافروں کے متذکرہ ہر یکا موقوف ہے سارے دنیاوی
منازعات و حاسد اور موزی لوگ دھوئے۔ تو بہت سے اسرار اور برکات خفیہ رہ جاتے۔ کسی نبی کے برکات
کافی طبع پر ظاہر نہیں ہوتے جب تک وہ کامل طور پر مست یا نہیں گیا مگر لوگ خدا کے بندوں کو کہ جو
کس کی طرف سے غور ہو کر گئے ہیں۔ یوں ایمان کی شکل ہی دیکھ کر بدل کر لیتے۔ تو بہت مہمات
تھے کہ ان کا پروردگار میں نمودار ہوتا۔ پھر ۱۶۔ فردی مکملہ ۶ مطابق ۱۷ ربيع الثانی سنہ ۱۳۰۵

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خدمتِ مکرری انور میرزا علی شاہ صاحب سلمہ تعالیٰ سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد واپس آن خدمت کا
مرات نامہ بزرگوار شریف صاحب لکھ کو لا۔ سو آپ کو میں اطلاع دیتا ہوں کہ میں نے حقہ سویم و چارم
خدمت علماء دہلی بھیج دیے ہیں۔ اپنے جو کلمہ ہے۔ کہ چوتھے حقہ کے صفحہ ۲۹۶ پر خلاف اعتراض کرتے
ہیں۔ آپ نے مفصل نہیں لکھا کہ کیا اعتراض کرتے ہیں صرف آپ نے یہ لکھا ہے کہ میں ہم اسکن
میں غلطی معلوم ہوتی ہے۔ اسکن کی جگہ اسکنی چاہئے تھا۔ سو آپ کو میں مطلع کرتا ہوں کہ
میں شخص نے ایسا اعتراض کیا ہے۔ اس نے خود غلطی کھائی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ خواہ
مخبر ہے آپ ہی بے طرے۔ کیونکہ میرزا بہت کا مسیاق دیکھنے کے معلوم ہو گا۔ کہ میرزا سے
بریم آدم عیسیٰ مراد نہیں ہے۔ اور نہ آدم سے آدم ابو البشر مراد ہے۔ اور نہ آدم سے اس جگہ حضرت خاتم الانبیاء
صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ اور ایسا ہی ان الہامات کے تمام مقامات میں کہ جو موسیٰ اور
عیسیٰ اور آدوہ و نام بیان کئے گئے ہیں ان ناموں سے بھی وہ انبیاء مراد نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک جگہ
یہ مراد ہے۔ اب جبکہ اس جگہ میرزا کے حقائق کوئی مونت مراد نہیں ہے۔ بلکہ ذکر و مراد ہے
تو قاعدہ ہی ہے۔ کہ اس کے لئے عید ذکر ہی لایا جائے یعنی یا میرزا ہم اسکن کسا جائے نہ کہ
یا میرزا ہم اسکنی۔ ان اگر میرزا کے نقطہ کوئی مونت مراد ہوئی۔ تو پھر میں جبکہ اسکنی لکھا لیکن میرزا

تو میری مریم ذکر کا نام لگائی اس سلسلہ برعائیت ذکر و ذکر کا فیض آیا اور میری قاصدہ سے کہ جو تیرے پاس
اور خیر نہیں میں مسلم ہے اور کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے۔ اور شرح کے نقطہ سے رفقہ
اور قریب مراد میں۔ زچ مراد نہیں ہے۔ اور نصت میں یہ نقطہ دونوں طور پر اطلاق کیا گیا ہے اور نہ
کا نقطہ اس عاجز کے اعانت میں کسی بھی جنت پر لایا جاتا ہے کہ جو آخرت سے تعلق رکھتا ہے
اور کسی دنیا کی خوشی اور فقیانی اور سرحد اکرام پر لایا جاتا ہے۔ اور یہ عاجز اس السلام میں کوئی
جائے گرفت نہیں دیکھتا۔ اور فردی سب سے مطابقی ۲۲۔ پہلی انجالی سلسلہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مخدومی کریم میری اس علی شاہ صاحب مدد تعالیٰ۔ سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد قیام
یہ دعا کرتے ہیں۔ کہ خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے اس مخدوم کی عمریں برکت بخشے۔ و زیادہ تر اس پر
میں کہ سب سے کئی چاہئے۔ کہ کسی طرح موتی کریم راضی ہو جائے۔ ہر یک سعادت اس کی رضا سے
حاصل ہوتی ہے۔ دنیا میں جو کچھ احسان رسوم کے طور پر ہے۔ وہ کچھ میری نہیں ہے۔ کہ جو کچھ
خاندان رضات کے حاصل کرنے کے لئے صدق قدم سے کیا جاتا ہے۔ وہ مل صالح ہے جس کی
احسان کو فرصت ہے۔ عمل صالح بڑی ہی نعمت ہے۔ خداوند کریم عمل صالح سے راضی ہو جاتا ہے۔
اور قریب حضرت احدیہ حاصل ہوتا ہے۔ کہ جس طرح شراب کے اتنی گندھ میں نشہ ہوتا ہے۔
اسی طرح عمل صالح کے برکات اس کی آخری غیر میں غرض ہوتے ہیں۔ جو شخص آخر تک پہنچتا ہے
اور عمل صالح کو اپنے کمال تک پہنچاتا ہے۔ وہ ان برکات سے مستحق ہو جاتا ہے۔ لیکن جو شخص
دو میان سے ہر عمل صالح کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور اس کو اپنے کمال مطلوب تک نہیں پہنچاتا۔ وہ ان
برکات سے محروم رہ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگ باوجود اس کے کہ کچھ عمل صالح بجا لاتے ہیں
مگر برکات ان اعمال کے ان میں نمایاں نہیں ہوتے۔ کیونکہ جب تک کوئی میوہ خام ہے۔ وہ پختہ اور
رسیدہ میوہ کی لذت نہیں بخش سکتا۔ سب برکتیں کمال میں ہیں۔ اور عمل بے تمام میں کوئی برکت نہیں
پکڑ سکتا۔ قرات ناقص اصل احسان کا پچھلا خال پچھلے سے بڑھ جاتا ہے۔ اور ان لوگوں میں جاتا ہے
کہ جو خستہ لہذا و الا سخرت میں یہ حقیقی طور پر عمل صالح اس عمل کو کسا جاتا ہے۔ کہ جو ہر یک

سلام

سلام کی بات اس کا آغاز میری تعریف

قسم کے ساتھ سے محفوظ رہ کر اپنے کمال کو پہنچ جائے۔ اور اپنے کمال تک کسی مل مصالح کا پسو چھوٹا
اس بات پر توجہ ہے کہ حامل کی ایسی ہیبت ملے ہو۔ کہ جس میں ریاضی۔ ہیبت بیکالنے کی کوئی
بیزاری نہ ہو یعنی صرف اس کے دل میں ہو۔ کہ وہ اپنے رب کی اطاعت کے لئے پیدا کیا گیا
ہے۔ کہ اطاعت ہی لائے۔ پر اب مترتب یا عذاب مترتب ہو۔ اور اگر اس کا توجہ اہم اور اہم ہو
ایک ہی اور مشورہ ہو۔ لیکن بہر حال وہ اپنے ملک کی اطاعت میں رہے گا۔ کیونکہ وہ بندہ ہے۔ پس جو
شخص اس اصول پر عمل کی عبادت کرتا ہے۔ وہ اس راہ کی آفات سے امن میں ہے۔ اور امید
ہے کہ اس پر فضل ہو۔ لیکن اسے لازم ہے کہ کسی امید پر بنیاد نہ رکھے۔ اور اطاعت اور
بیزاری ہیبت کو ایک ہی ہیبت کا سمجھے کہ جو بہر حال ادا کرتا ہے اور سرگرمی سے خدمت میں
لگتا ہے۔ اور اپنی کارگزاری اور خدمت کو کچھ چیز سمجھے۔ اور مولیٰ کریم پر ایمان خیال نہ کرے
وہ تیار مزہ آخرت ہے۔ اور قانع باغی کچھ چیز نہیں۔ وہی لوگ مبارک ہیں۔ کہ جو دن رات
اپنے زور سے اپنے تمام انعام سے۔ اپنے تمام جوع سے منانے مولیٰ حاصل کر لیا ہے
ہیں۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مخدومی کسی اعظم پر جناس علی شاہ صاحب لکھئے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد نماز اپنے
جو بہت متانت نامہ مرقومہ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔
یہاں علامت طبع اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ اور اب بھی یہاں ضعف و دفع و رد و سببیت
حاضر نہیں ہے۔ لیکن جو خدمت کا وہ غلط کرکھا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ سوال صرف ایک طرح نفی ہے
کیونکہ اس میں توجہ کو خدمت ابتدائی مرتبہ تصور فرماتے ہیں۔ وہ مرتبہ اس عاجز کفر و کینہ
ان معنوں کو کہ انسانی مرتبہ توجہ کو کہ ہے کہ وہ سیرا و لیا کا مشا اور آخری حد ہے۔ جس سے
فنا ہے اتم کبر شہر جوش دار ہے۔ اگر وہ گاہ وحدت ہے نہایت ہے۔ لیکن جس کمال توجہ
کو انسان اپنے غلام ہے۔ اپنی کوشش سے اپنے نگر نفس سے اپنے سیر و سلوک سے حاصل
کر لیا ہوتا ہے۔ یہیں تک ہے۔ پھر بعد اس کے انہی تفصیلات تہیہ اور مواہب لہ فیہ میں۔

فنا کرتا صبح مبلغ لایں روپہ پہونچا یہ عاجز کہ ایک بنیٹ درجہ شکر گذار ہے اور اپنے مولیٰ کریم
 میں تاسکے چاہتا ہے کہ آپ کو جڑا ہے عظیم بخشش۔ اسی وقت میں نے خواب دیکھا ہے۔
 کہ کسی بستوں پر اہوں میں سے مٹا لہذا لایا لیکو سکا جھوٹا کہا۔ اور جو شخص پر لایا
 ہو تو پھر مجھ سے مواخذہ کرتا ہے میں نے اس کو کہا۔ کیا مجھ کو قید کریں گے یا قتل کریں گے۔ اس نے
 کچھ ایسا کہا کہ انتقام ہو رہا ہے کہ گرایا جائیگا۔ میں نے کہا کہ میں اپنے خداوند تعالیٰ جل شانہ کے
 تعویذ میں ہوں۔ جہاں تک مجھ کو شایکا۔ بیٹھ جاؤنگے۔ اور جہاں تک کھڑا کریں گے۔ کھڑا ہو جاؤنگے۔ اور یہ
 انعام ہو۔ چونکہ اللہ ابدا ال انشام وعباد اللہ من العرب۔ یعنی تیرے
 لئے ابدال شام کے دعا کرتے ہیں۔ اور بندے خدا کے عرب میں سے دعا کرتے ہیں۔ خدا
 نے اپنے کیا معاملہ ہے۔ اور کرب اور کیوں کر اس کا ظہور ہو۔ واللہ اعلم بالصواب
 جتنا سب سمجھتا تھا۔ آپ کو اطلاع دوں۔ ۶۔ اپریل ۱۳۵۷ مطابق وجمادی الاخریٰ ۱۳۵۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مخدوم وکرم میرزا علی شاہ صاحب۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے اظہار
 جوش محبت اپنے کمال کو پہونچ گیا۔ واللہ فضل اللہ یؤتیہ من یشاء
 خداوند کریم سے چاہتا ہوں کہ آپ کا شست خاطر جمعیت تبدیل ہو۔ آمین

۱۹ اپریل ۱۳۵۷ مطابق ۲۷ رجب سن ۱۳۵۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مخدومی ام میرزا علی شاہ صاحب سلمہ۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ان مخدوم کا نام بقیہ
 پہونچا کہ ان مخدوم کی روح کو اس عاجز کی روح سے بشیرت مناسب ہے۔ اسی وجہ سے
 تخلقات روحانی کا غلبہ ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی حالت کا اہلکار کے خطرات سے امن
 میں ہے۔ عاجز پہونچا کہ فرصت تحریر جو آپ سے قاصر رہا۔ اور مستعد تحریر تھا۔ کہ اسی میں خط
 پہونچ گیا۔ دہلی کی طرف جانے کے لئے ابھی کچھ معلوم نہیں۔ ہندوستان میں اکثر اطراف بیماری
 بہت پھیل رہی ہے۔ اگر کسی وقت بطریق مہلت سفر اس طرف کا پیش آیا تو تجلی ہو رہی ہے

درد ہر طرح خواہ ایک ساعت سے پہلے ہوتا اور اوقات میں غمزدگی ہوگی۔ آگے ہر ایک ایک وقت کے اختیار میں ہے۔ بندہ مذہب میں جو کچھ غصی ہے کسی کو اس پر اطلاق نہیں۔ بلکہ غمزدگی اپنی اصلی صحت پر اس کے ہوں۔ تو اطلاق بخشیں۔ ہم چونکہ مستند مطابق دہم بعضاں البتہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

از خاکسار غلام احمد باخیم میر عیاس علی شاہ صاحب کلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خط
 آنحضرت و ہم پہنچا۔ یہ عاجز بیادست درد و سرور و دلپلو اس قدر بیمار بنا کہ بعض اوقات یہ عارضہ
 مقدم موت جو ہر یک بشر کے لئے ضروری ہے۔ معلوم ہوتا تھا۔ اب افاقہ ہے۔ مگر کچھ
 درد باقی ہے۔ اسی وجہ سے خود یہ جواب سے معذور رہا۔ آپ کا کلمہ تقاریر و تمکانات
 نماز میں ہے۔ وہ بھی اس عاجز کے پاس رکھا ہے۔ مگر کیا کیا جائے۔ صحت پر موقوف ہے
 بیش داسے سوداگر کی بر معالگی ایک۔ ابتلا ہے۔ اس میں صبر بہتر ہے۔ مقدم سادی و مقدم
 بازی و نیا داروں کا کام ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ نے بصیرت بخشی ہے۔ وہ سب امور خدا تعالیٰ
 کی طرف سے دیکھتا ہے۔ سو اس میں حضرت خداوند کریم کی کچھ حکمت ہے۔ آپ صبر کریں
 اور خدا تعالیٰ پر توکل رکھیں۔ اور جو کچھ حالت محسوس و مشکوکہ پیش ہے۔ یہ بھی ابتلا ہے۔ ایسے
 وقتوں میں مردان خدا اس کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ اور دعا اور استغفار اور تضرع سے
 استقامت و مشکل کشائی چاہتے ہیں۔ اور حضرت ارحم الراحمین غراسمہ و قادر کریم و رحیم
 ہے۔ جب بندہ عاجز اپنے کرب اور قلق کے وقت میں ہر یک طرفہ سے قطع امید کو کہے
 اس کے دروازہ پر گرنا ہے۔ اور پورے پورے رجوع سے دعا کرتا ہے۔ اور دعا کو اپنے
 شکستہ نہیں۔ سو خدا تعالیٰ اس پر رحم فرماتا ہے۔ اور اس کو غصی بخشتا ہے۔ تب اس کو
 دولاہیں ملتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اپنے کرب و قلق سے نجات پاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ دعا
 کے قبول ہونے میں جو ایک لائق ہے۔ اس سے بھی وہ متمتع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شاکستہ
 کریم و رحیم ہے۔ جب بندہ یقین کامل اپنے دردوں اور تنگیوں کے وقت میں اس کی
 طرف رجوع کرتا ہے۔ تو ضرور وہ اس کی مستجاب ہے۔ اس عاجز کو اس بات سے افسوس

خداوندی اور خداوندی کا

نکات از کتب اربعہ

اے میرے خطوط جو علوم دین کے استفسار میں تھے۔ اُس کا جواب مجھ سے نہیں لکھا گیا۔
اور اب ضعف و بیخود دوسرا حال ہے۔ کہ جو کچھ لکھا یا جا سکتا ہے۔ اُس کی تعمیر ہو کر در و شروع
ہو جاتا ہے۔ اس بات کی ابھی تسلی نہیں۔ کہ عمر کا کیا حال ہے۔ بعض حواض لامعہ میں افیشہ
موت کا پیدا ہو جا سکتا ہے۔ کام کتاب کا پتہ شروع نہیں کیا گیا۔ اگر خدا تعالیٰ چاہے گا۔ تو یہ
کتاب پوری ہو جائے گی۔ ۲۴ جون ۱۳۸۷ مطابق ۱۰ رمضان ۱۴۰۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدم و کرم اخویم میر عباس علی شاہ صاحب سلمہ۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ عاجز
چند روز سے امر تسر گیا ہوا تھا۔ آج بعد چار شنبہ بعد رواد ہو جائے ڈاک کے یعنی فیصل
پیر کا دیان ہو چکا۔ اور مجھ کو ایک کارڈ میرا مدد علی صاحب کا ملا۔ جس کے دیکھنے سے بقدر
بشریت بہت تفکر اور تردد لاحق ہوا۔ اگرچہ میں بھی بیمار تھا۔ مگر اس بات کے معلوم کرنے
سے کہ آپ کی بیماری ثابت و درجہ کی سختی پر پہنچ گئی ہے۔ مجھ کو اپنی بیماری بھول گئی۔ اور
بہت سی تشویش پیدا ہو گئی۔ خدا تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے عمر بخلے اور آپ کو جلد
صحبت و ملاقات دے۔ اسی تشویش کی جہت سے آج بذریعہ تار آپ کی صحبت دریافت کی۔ اور
میں بھی ارادہ رکھتا ہوں۔ کہ بشرط صحت و عافیت ۱۴۔ اکتوبر تک وہیں آکر آپ کو دیکھوں
اور میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ آپ کو صحبت و ملاقات دے۔ آپ کے لئے بہت دعا
کروں گا اور آپ تو کلاً علی اللہ آپ کی خدمت میں یہ خط لکھا گیا۔ آپ اگر ممکن ہو۔ تو
اپنے دستخط خاص سے مجھ کو مسرور و موقت فرمائیں۔ ۲۸ اکتوبر ۱۳۸۷ مطابق ۱۰ رمضان ۱۴۰۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدم و کرم اخویم میر عباس علی شاہ صاحب۔ بعد اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ ممانیت
نامہ پہنچا۔ خطوط کے چھپنے کے لئے اس عاجز نے ایک خاص معتبر راہور میں بھیجا ہوا ہے۔
اگرچہ ارادہ تھا کہ وہ روز جمعہ چھاپا جائے۔ مگر وہ روز ٹیس کے چھپنے میں تاخیر ہو رہی ہے
آج ہے۔ کیونکہ ہر ایک خط و خطی ہو کر صرف چار یا پانچ لکھا۔ اس لئے بعض دستوں کے

[illegible]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

[illegible]

مرزا جان جانان کے خط کا رد و کچھ مشکل نہیں۔ مرزا صاحب پر جو ہم مشفق کے اصولوں سے

میں ہوا جسے معلوم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی لمحہ کے وقت ان کی نسبت کچھ تحریر کیا جائیگا جس سے ان کا حال ہے۔ مگر بعض گزشتہ اور مجزہ حالات سے قرب اجل کے انگہ پائے جاتے ہیں جو مطلق سے نہیں بلکہ مستحبہ اور احسن اللہام میں تمام طرح سے غافل نہیں رہتا چاہئے۔ اسی وجہ سے میں نے وہی تمام حالت کو اس طرف مہموت کیلئے جھٹکا ہے کہ جہالت کو جلد مرتبہ اور باجماعہ کر کے اور کچھ کام میں تیار و اصل کر رہا ہے۔ وہ داخل کو کے ہو گا کہ اللہ تعالیٰ چھوڑا ہے شرح کہ وہ اس کا پڑنا اور چھوڑنا کا کچھ اعتبار نہیں۔ آپ بھی دعا کریں۔ اور آخری فطنی امور بان صاحب کو بھی لکھیں۔ کیونکہ بعض تقدیرات بعض دعائوں سے مل جاتی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

از حاجہ سائیدہ اللہ العزیز غلام احمد۔ بخدمت اخیوت محمد و محمد کرم میریاس علی شاہ مکتا سلمہ۔
 اہم حکم و ترشہ و برکات و عنایت نامہ پہونچا۔ عاجز بدل و جان حضرت خداوند کرم سے آپ کے لئے دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں آپ کو خوش رکھے جس قدر انسان حالی و بہشت اور سلام ہو رہا ہے۔ اسی قدر تکلیف منہ سے کڑا دیا جاتا ہے۔ بیگانہ جس میں نہ ہر کا ختم ہے۔ اس لائق ہرگز نہیں ہو گا کہ خدا تعالیٰ اس کو ایسے ابتلا میں ڈالے جس میں مسادقوں کو ڈالے ہے۔ سو مبارک وہی ہر جہن کو خدا درہات مطلق کرنے کے لئے دنیا کی چیزوں کا کچھ بڑھ چکا ہے۔ دنیا کی حالت یکساں نہیں رہتی جس طرح دن گزرتا ہے۔ اوقات بھی اسی طرح گزرتا ہے۔ جو شخص خدا تعالیٰ پر کامل ایمان رکھتا ہے۔ وہ مصیبت کی رات کو ایسی لگتا ہے۔ جیسے کوئی سوئے کی حالت میں رات کو کاشتا ہے۔ اگر پروردگار بلاء کو پہلے رکھے۔ تو مصیبت کچھ چیز نہیں۔ لیکن اگر مصیبت پہونچی تو اللہ تعالیٰ منقطع ہو جائے تو خوف اللہ صلیق ذالک۔ یہ عاجز تو حضرت خداوند تعالیٰ سے دعا کرتا ہے۔ کہ آپ کے ہوم و نوم بفضلہ تعالیٰ دو ہوں۔ اور عاجز حاصل اور غم نہ آئے۔
 و اللہ تعالیٰ۔ چند اشعارات ارسال خدمت ہیں۔ والسلام ورجوہ ۲۴ شعبان ۱۳۸۵ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

از حاجہ سائیدہ اللہ العزیز غلام احمد۔ بخدمت اخیوت محمد و محمد کرم میریاس علی شاہ مکتا سلمہ تعالیٰ

اسلام علیکم وعلیٰ آئینہ وبرا کاتا۔ بعد ازاں ان دونوں میں ایک شخص انور علی نام جو ایک سخت محتاط مسلمان
 ہے۔ اور کئی کتابیں روئے اسلام میں ناموں سے لکھی ہیں۔ مراد آواز سے اولیٰ نامہ میں آیا۔ اور اس کے بعد
 کی ترتیب سے میرے مقابل کے لئے لاہور میں آیا۔ اور لاہور میں اگر اس صاحبزادے کے نام خط لکھا
 گا کہ چوبیس سو روپیہ نقد میرے لئے سرکار میں جمع کرو دو تو میں ایک سال تک قادیان میں ٹھہر کر
 سو رو خط اس کا بعض دوستوں کی خدمت میں لاہور میں بھیجا گیا۔ سو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک
 دو تین مسلمان نے ایک سال تک ادا ہو جانے کی شرط سے چوبیس سو روپیہ نقد اس صاحبزادے کے
 کارپردازوں کو بطور قرضہ دیدیا۔ اور قریب دو سو مسلمان کے جن میں بعض رئیس بھی تھے۔
 جمع ہو گئے اور وہ روپیہ ایک خط کے جس کی ایک کاپی آپ کی خدمت میں بھی جاتی ہے ایک
 گروہ کثیر مسلمانوں کا اندر من کے مکان پر جہاں وہ فروکش تھے لے گیا۔ مگر اندر من صاحب اس اتفاق
 کا خبر نہ کر فریاد کی طرف بھاگ گیا۔ آخر وہ خط بطور اشتہار کے چھپوایا گیا اور شہر میں تقسیم کیا گیا
 اور دو شہری شدہ خط راہ صاحب تا بعد اور راہ صاحب فریاد کوٹ کے پاس بھیجے گئے۔ اور بعض
 آریہ سماج میں بھی وہ خط بھیجے گئے۔ شاید اگر کسی راجہ کے کٹے کمانے سے اندر من کی طرف
 رخ کیا۔ تو پھر اللہ دی جانے گی۔ با فعل اللہ تعالیٰ سے میدان مسلمانوں کے نامہ میں رہا۔

فانکھد اللہ علی ذالک

نقل اشتہار

منشی اندر من صاحب مراد آبادی نے میرے اس مطبوعہ خط جس کی ایک ایک کاپی غیر فاضل کے
 رؤساء و مقتداؤں کے نام خاکسار نے روانہ کی تھی جس کے جواب میں پہلے نامہ سے پھر لاہور کے
 یہ لکھا تھا کہ تم ہمارے پاس آؤ۔ اور ہم سے مباشرت کر لو۔ اور نہ موعود اشتہار پیشگی ایک میں
 داخل کرو۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس کے جواب میں خاکسار نے رقیہ ذیل مع دو ہزار چار سو روپیہ نقد ایک
 قیمت اہل اسلام کے ذریعہ سے ان کی خدمت میں روانہ لاہور کیا جب وہ جماعت منشی صاحب کے
 مکان موعود میں پہنچی تو منشی صاحب کو وہاں نہ پایا۔ وہاں سے من کو معلوم ہوا کہ جس دن

میں نے جتنا خاکسار کے نام اُڑا دیا تھا۔ اسی دن سے وہ قرعہ کوٹ تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔
 پھر وہ کسی خط میں مفتی صاحب کے ایک ہفتہ تک منتظر جواب رہنے کا وعدہ تحریر کیا تھا۔ یہ امر
 بہت عجیب اور حیرت انگیز تھا۔ مگر ذرا غور کیا۔ کہ اس قلم کو بڑا بڑا اشتہار مشہور کیا
 ہے۔ اور اس کی ایک کاپی مفتی صاحب کے نام حسب نشان مکان موجود بن کر تیس ہزاری
 روپے کی حاکم ہے۔ وہ یہ سب مستحق اور من صاحب۔ اپنے میرے خط کا جواب نہیں دیا
 اب بھی بات نکلی ہے۔ جس کی اعانت ہو گا اپنے وعدہ کے۔ ورنہ واجب نہیں ہے۔ میری طرف
 سے یہ وعدہ تھا۔ کہ جو شخص میرے پاس آئے۔ اور صدف دل سے ایک سال میرے پاس رہے
 اس کو خدا تعالیٰ کوئی نہ کوئی آسمانی نشان مشاہد کر دے گا۔ جس سے قرآن اور دین اسلام کی حاکم
 ثابت ہو۔ اب اس کے جواب میں تو مجھے اپنے پاس (ابھی میں پہلا دور میں) بلاتے ہیں۔
 خود گئے کا ارادہ کیا ہر قسم میں تو مباحث کے لئے نہ آسمانی نشان دیکھنے کے لئے۔ اس پر غور
 کیا کہ وہ پورا اشتہار پیشگی طلب فرماتے ہیں جس کا میں نے پہلے وعدہ نہیں دیا۔ اب آپ خیال
 فرما سکتے ہیں۔ کہ میری تحریر سے آپ کا جواب کہاں تک متفاوت و تجاوز ہے۔ بہین تفاوت و
 نزاکت تاکجا۔ لہذا میں اپنے اسی پہلے اقرار کی موت سے پھر آپ کو نکلتا ہوں۔ کہ آپ پہلے
 رہ کر آسمانی نشانوں کا مشاہدہ فرماویں۔ اگر بالفرض کسی آسمانی نشان کا آپ کو شائبہ ہو۔ تو میرے کچے
 جو جس مدعیہ پر دیکھا۔ اور اگر آپ کو پیشگی لینے پر بھی اصرار ہو۔ تو مجھے اس سے بھی حرج و مضرت
 نہیں۔ بلکہ آپ کے اطمینان کے لئے سروسٹ جو میں سو رہا ہوں۔ نقد ہر راہ قلم ہر سال خدمت
 ہے۔ مگر جو کہ اپنے ایک ہر ذریعہ چاہے۔ اس لئے مجھے بھی حق پیدا ہو گیا ہے۔ کہ میں اس
 امر پر مجھے کے مقابلہ میں کچھ شرط اپنے لوں جن کا ماننا آپ پر واجبات سے ہے۔
 واجب تک ایک سال گزر نہ جائے۔ کوئی دوسرا شخص آپ کے گروہ سے ذرا مدد پیشگی لینے کا
 مطالبہ نہ کرے۔ کیونکہ جو شخص کو پیشگی دینا سہل و آسان نہیں ہے۔
 ۱۲) اگر آپ مشاہدہ نشان آسمانی کے بعد انکار اسلام میں توقف کریں۔ اور اپنے وعدہ کو پورا نہ کریں
 تو پھر حاکم یا ہرمانہ دوسرے سے ایک ہر ذریعہ ہو (اللہ) سب لوگ آپ کے گروہ کے جواب کے

مقتدا جانتے ہیں۔ یا آپ کے حامی اور مددگار ہیں۔ اپنا عجز اور اسلام کے مقابلہ میں اپنے زور کے
بے دلیل ہونا تسلیم کر لیں۔ وہ لوگ ابھی سے آپ کو اپنا وکیل مقرر کر کے اس بھروسہ کا آپ کو
انتہا نہیں۔ پھر اس پر اپنے دستخط کریں (ب) در صورت مختلف وعدہ جانب دہی سے اس
مالی چر یا معاوضہ جو آپ کی اور آپ کے ممبروں اور حامیوں اور مقتدیوں کی حیثیت کے مطابق
ہو۔ اول۔ اگر وہ اس سال سے اس وعدہ خلافی کی کوئی یادگار قائم کی جائے (ایک اخبار
تاجدار اسلام میں جاری ہو۔ یا کوئی تحریر تسلیم تو مسلم اہل اسلام کے لئے قائم ہو۔ آپ اہل شراب
کو تسلیم کریں۔ تو آپ مجھ سے پیشگی روپیہ نہیں لے سکتے۔ اور اگر آپ آسانی نشان کے
مشاہدہ کے لئے نہیں آنا چاہتے۔ صرف مباحثہ کے لئے آنا چاہتے ہیں۔ تو اس امر سے میری توقع
نہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس امر کو یہ میں علما اور فضلا اور ربہ میں۔ جو آپ سے مباحثہ
کرنے کو تیار ہیں۔ میں جس امر سے امور چوکا ہوں۔ اُس سے زیادہ نہیں کر سکتا۔ اور اگر مباحثہ میں
مجھ سے ہی منظر ہو۔ تو آپ میری کتاب کا جواب دیں۔ یہ صورت مباحثہ کی عمدہ ہے۔ اور اس
میں معاوضہ بھی زیادہ ہے۔ بجائے چوبیس سو روپیہ کے دس ہزار روپیہ۔ ۲۰ مئی ۱۹۰۸ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مُحَمَّدٌ وَآلِہٖ

اور عاجز حاضر بارگاہ اعلیٰ علام احمد بنجد مت انوکھ مخدوم و کرم میر عباس علی شاہ صاحب سلا۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ منائیت نامہ پہونچا۔ ایک خط عید کی حقیقت میں مع چند
مولوی عبدالحمید صاحب دزریہ پمفلٹ آپ کی خدمت میں ارسال ہیں۔ وہ دہلی کی
نسبت ہندوؤں کی طرف سے کبھی یہ دعویٰ نہیں ہوا کہ اُن کی تعلیم شرک اور مخلوق پرستی
سے خالی ہے۔ بلکہ ہندو جو تقریباً چودہ یا پندرہ کروڑ پنجاب اور ہندوستان میں
رہتے ہیں۔ بڑے پیار سے اُن دہوتاؤں کو ملتے ہیں۔ جو وہ میں لکھے گئے ہیں۔ اور
جس ہندو سے اُس کی بُت پرستی یا آتش پرستی یا دوسری ہزاروں دہوتاؤں کی
پرہیز کی نسبت سوال کیا جائے۔ کہ کسی کتا کے حکم سے یہ کام انتہا کر گیا ہے۔ تو وہ جھٹ

یہی جواب دیا ہے کہ سب طریق پرستی کا دید میں وسیع ہے۔ اور اس کی ہر ایک کی مولفہ
 ہر ایک ہر ایک کی پرستی کر رہے ہیں۔ اور حقیقت یہ جواب اس کا سچ ہے کہ یہ کہ جس قدر
 ہر ایک کی پرستی پرستی و اس پرستی و اس پرستی و غیرہ پرستشیں جاری ہیں۔ لیکن
 سب پرستشوں کا حکم وید ہی میں مندرج ہے۔ اور نہ ایک اور نہ دو جگہ بلکہ ہر جگہ اُن پرستشوں
 کی ہر ایک کے لئے تاکید ہے۔ اور وید کا کوئی ایسا مضمون نہیں جو مخلوق پرستی کی تعلیم سے خالی ہو۔
 یہ ایک بات اس شخص پرستش کر رہے ہے کہ جو وید کو اپنے ہاتھ میں لے کر کسی جگہ سے اُس کو چھپے
 غرض کہ وید کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ وہ خلق اللہ کو توحید پر قائم کرے۔ بلکہ اقل سے اکثر
 ہر ایک میں ہی تاکید پائی جاتی ہے کہ آگ اور ہوا۔ اور سورج اور چاند اور ستاروں اور پانی وغیرہ
 ہر ایک کی پرستش ہے۔ اور ان ہی چیزوں سے اپنی مریوں کا گنی چاہئے۔ یہی باعث ہے کہ جو کچھ
 ایک وید کی تعلیم کا ہندوؤں کے دلوں پر اثر پڑا ہے۔ وہ یہی مخلوق پرستی ہے۔ کیا کوئی
 ثابت کر سکتا ہے کہ کسی حقد پرست یا ہندوستان میں ایسے ہندو بھی پائے جاتے
 ہیں جو مخلوق پرستی سے بیزار اور اپنے تمام عقائد اور عبادت میں موجد ہیں۔ حاشا و کلا
 ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جہاں حاد اور جس ملک میں دیکھو۔ جہاں ہندو لوگ سخت درجہ
 شرک اور مخلوق پرستی میں گرفتار ہیں۔ یہاں تک کہ انسان سے لیکر حیوانات اور نباتات تک لانا
 کا خانوں سے اپنے معبود ٹھہرائے ہیں۔ نہ پانی چھوڑا۔ نہ آگ۔ نہ ہوا نہ پتھر۔ بلکہ دنیا میں
 ہر چیز اور قسم ابرام ملوی میں یا ہوسام سفلی میں نظر آتی ہے۔ وہ سب کے سب ہندوؤں کے
 معبود اور دلچسپ ہیں۔ اور جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں۔ اس قدر مخلوق پرستی میں
 ہر آدمی کا قصور نہیں ہے۔ بلکہ یہ تمام قصور وید اور اس کے شائع کرنے والوں کا ہے۔ غرض
 وہ جس جنس سے بھرا ہوا ہے۔ وہ سب شرک ہے اور جو کچھ وید نے دنیا کو فائدہ پہنچایا۔
 شرک و تعلیم ہے جس میں آج تک سب ہندو مبتلا اور گرفتار ہیں۔ اور کوئی ہندو اس شرک
 حالت میں اپنی غلطی اور قصور کا اعتراف نہیں کرتا۔ بلکہ سارے کے سارے کسی کتھ میں سکر چتر
 ہمارے وید مقدس سے ہم کو ملے۔ اور اُس نے اس راہ پر ہم کو چاہا ہے۔ اور جب ہم اس راہ

وہ کو کھول کر دیکھتے ہیں۔ تو ہندوؤں کو ان کے اس بیان میں راست گو ہوتے ہیں۔ اور ہندوؤں کی
 مشرکانہ حالت جو ہزاروں برس سے چلی آتی ہے۔ وہ ان کی خود تراشیدہ معلوم نہیں ہوتی بلکہ
 وہ ان کی پیروی کے نتائج میں۔ جو بطور داغ طامست یا کانکس کے ٹپکے کے وید کی افشانی حالت کو ظاہر کرتے
 ہیں۔ تھوڑے دنوں سے پنڈت و بانند موہستی نے دو کتاب اس بنیاد پر لکھی ہیں۔ اس خیال
 سے کہ اب وہ دماغ اگلیا ہے۔ کہ مشرکانہ تعلیم ہر ایک منیم انقلاب کو بُری معلوم ہوتی ہے۔ اس
 بلے بنیاد خیال کے ثابت کرنے کے لئے بہت اچھے پاؤں مارے۔ کہ کسی طرح داغ مفلوک پرستی کی
 تعلیم کا وید کی پریشانی سے دور کیا جائے۔ اور بر خلاف اپنی تمام قوم کے ویدوں کی کہ بچے کہ اگرچہ وید میں
 یہاں ہر مشرکانہ تعلیم معلوم ہوتی ہے۔ مگر درپردہ اُس کی افشانی میں توحید پرستی ہوتی ہے۔ لیکن
 وہ اس اپنے مطالب کے پورا کرنے کے لئے کامیاب نہ ہو سکے۔ چند داستان و پنجاب کے جام حق پرستوں
 نے آپ کے خیالی وید بھاش کو رد کیا۔ اور اُس پرستہ ریلو پر لکھے۔ کہ پنڈت صاحب
 وید بھاش اصل میں ویدوں کی تفسیر نہیں ہے۔ بلکہ اُس کو نیا وید بھاشا چاہئے۔ جس کو پنڈت صاحب
 اپنے من کی گھڑت سے بنا رہے ہیں۔ ہندوؤں کے وید سے اُس کو کچھ تعلق نہیں۔ بلکہ اُس سے سراسر
 مخالف اور دشمنی ہے۔ اور جب پنڈت صاحب نے دیکھا۔ کہ چند داستان اور پنجاب کے پنڈتوں
 میں بھاری دال نہیں گئی۔ اور کوئی حامی نہ ہو کہ میں نہیں آتا۔ تو پھر انہوں نے ایک اور تہذیب
 کہ وہ مصنوعی وید بھاش پر نیورسٹی میں درسی کتاب بنانے کے لئے سرکار انگریزی میں پیش کیا جا
 تو پنڈت صاحب نے دیکھا کیا۔ اور صاحب نقشت گورنر پنجاب کی خدمت میں ایک درخواست
 چند جز اپنے وید بھاش کے بد میں انہاس مرسل کے لئے کہ یہ وید بھاش میرا نیورسٹی لڑکوں کو پڑھایا
 جائے۔ کیونکہ میں نے بڑی ہمت اور بہادری کر کے وید میں توحید ثابت کر دکھائی ہے۔ اور وہ لاکھوں
 پنڈت جو جوتے ہیں۔ جو وید کو توحید سے خالی سمجھتے ہیں اس پر صاحب نقشت بہادر کو درخواست
 کتنے سے بہت تعجب ہوا۔ کہ کیونکر اور کیسے ممکن ہے۔ کہ یہ جو اپنی مشرکانہ تعلیم میں صاحب
 جہان میں امراضوں کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ اور ضرب الشل ہے۔ وہ مشرک اور دیوتا پرستی سے
 خالی ہو۔ سو انتہوں نے وہ درخواست پر نیورسٹی کے چیدہ اور منتخب پنڈتوں کے پاس بھیج دیا

انشاء اللہ پر تفصیل بیان کریں گے۔ اب صرف اجمالی طور پر لکھا جاتا ہے۔ کہ منہ وں کے وہ نعمت تو میرے
بالکل بے نصیب اور تہید است اور محروم ہیں۔ اس جگہ یہ ذکر کرنا بھی غایب و مستغالی نہیں کہ وہ کتابیں جو
وہ سے موسوم کی گئی ہیں۔ ایک شخص کی تالیف نہیں ہیں بلکہ مختلف لوگوں نے مختلف وقتوں میں
ان کو تالیف کیا ہے۔ اور مؤلفین کے نام اب تک مشرعوں کے سر پر مہموند لگتے ہوئے پائے جاتے ہیں
اور وہ مشرعوں کے سر پر جو دیوتاؤں کی تعریف میں خوش اعتقاد لوگوں نے بنائے تھے۔ ان کتابوں کے
بڑھنے سے ہرگز بہ پایا نہیں جاتا۔ کہ خدا تعالیٰ نے ان کو کسی ایک یا چند پیغمبروں پر نازل کیا تھا۔ بلکہ
منہاج اللہ پہرے کا ذکر بھی نہیں جا بجا مشرعوں کے سر پر سی لکھا ہوا نظر آتا ہے کہ یہ مشرعوں
شخص نے تالیف کیا ہے اور یہ فلاں شخص نے۔ اور یہی وجہ ہے کہ زمانہ حال کے مصنفین نے
یہ رائے فی ہر کی ہے۔ کہ وہ ایسی کتاب نہیں جو یہ دعویٰ کرتی ہو کہ میں آسمانی کتاب ہوں
اور فلاں فلاں پیغمبر پر اتاری تھی۔ بلکہ ایک مجموعہ اشعار ہے جس کو کئی ایک شاعروں نے اوقات
مختلفہ میں جوڑا ہے۔ اس لئے اس کے وہ میرے بات بھی نہیں۔ کہ جیسے ربانی کتاب ربانی قدرتوں
اور مصنفوں کا ایک آئینہ ہونی چاہئے۔ اور خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت تامہ اور اس کی غیبی
اور اس کی خالقیت اور برہانیت وغیرہ صفات کو صرف عقلی طور پر ثابت نہ کرے۔ بلکہ آسمانی نشان کے طور
پر طلب حق کو شاہد کرے کہ خدائی الحقیقت موجود اور اس میں یہ صفات موجود ہیں کیونکہ حقیقت
ربانی کتابوں کے نازل ہونے سے عمدہ ثابہ یہی ہے کہ خدا اور اس کی صفات کو نہ صرف عقلی اور قیاسی
طور پر شناخت کیا جائے۔ بلکہ آسمانی کتاب خدا تعالیٰ کی ہستی اور صفات کو ایسا ثابت کرے کہ دکھلاوے
کو اس کے پیروان تمام امور میں گویا روچکے گواہ ہو جائیں۔ اور اس طرح ہر وہ اپنے ایمان کو اس
کمال کے درجہ تک پہنچا دیں۔ جس پر مجرد عقل کی پیروی سے انسان پہنچ نہیں سکتا۔ مثلاً خدا تعالیٰ
میں جو صفت قیہ والی ہے۔ اگرچہ عقلی طور پر انسان خیالی کر سکتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ غیب دان ہوتا
ہے۔ لیکن ربانی کتاب میں شہودی طور پر اس بات کا ثبوت دینا از بس ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ
حقیقت میں غیب دان ہے۔ اور وہ ثبوت اس طرح پر مشتمل کر سکتا ہے کہ ربانی کتاب میں بہت سی
پیشگوئیاں اور اخبار غیبیہ درج ہوں۔ جو لوگوں کے سامنے پوری ہو چکی ہوں۔ علیٰ ہذا تقدیر خدا تعالیٰ کا

خود بخود آواز آئے بیجان اور زخموں کا خانی اللہ ہمراہ رہتا ہے اگرچہ عقلی طور پر بھی ضروری ہے کہ اللہ
 ہمیں اپنے لئے نہیں دیکھتا بلکہ ہمیں خود دیکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا کلام شہادی طور پر اپنی قدرت کا اور تعالیٰ
 اور قدرت کا ہے ایسا حال اللہ کا ہے خود دیکھتا ہے۔ جس کو لوگ دیکھ کر اپنے ایمان اور اعتقاد
 قوی ہو جائیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی دوسری صفات بھی ماسی طور پر خدا تعالیٰ کے کلام میں ثابت
 ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس کی ذات اور صفات کے پہچاننے کے لئے ایک نہایت
 نہایت اور صفات ثابت ہے۔ جو ہم عاجز اور بے خبر بندوں کو اس فرض سے منایت ہوتا ہے
 کہ ہماری معرفت صرف عقل اور قیاسی خیالات تک محدود نہ رہے بلکہ ہم ان نعم پاکہ و عظیمہ
 کو پیش خود دیکھ بھی لیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف اسی قدر ہم کو جاری اپنی کتاب کے معرفت اور
 بعینہ نہایت کریمہ مستعد بذریعہ عقل بھی ہم کو حاصل ہو سکتی ہے۔ تو پھر ربانی تعلیم عقلی طور
 پر کیا فرق ہے اس بات میں خدا تعالیٰ کی کتاب پر ایمان والے والوں کو رہنمائی دلوں اور
 معرفت عقلی اور کلامی ملنے ہیں۔ کوئی نرسج ہوئی۔ سو اس تحقیق سے زیادہ عقل نہایت کہ خدا تعالیٰ
 کے کلام میں ہی موجود ہے کہ میں یہ اعتقاد کو باری عقل نفس و قیاسی طور پر پیش کرتی ہے
 ان صفاتوں کو خدا کا کلام ہی انھوں کے سامنے رکھ دیکھا جائے۔ مثلاً جیسا کہ ہم نے بھی دیکھا
 کیا ہے کہ عقل تجویز کرتی ہے کہ خدا تعالیٰ غیب میں ہوا ہے۔ سو خدا تعالیٰ کا کلام صدیق و
 صریح طور پر یہ کہہ دیکھیں۔ ہم اس معارف کو نفسی اور عقلی طور پر کھولتے ہیں۔ لیکن وہ اس
 مرتبہ عقل سے زیادہ اوقات اور صفات کا آئینہ ہو سکے۔ ہر آدمی کو اس دور اور دور رہے۔ بلکہ جو عقلی
 طور پر بھی خدا اور اس کی صفات کا ثبوت دینے سے وہ عاجز رہے۔ کیونکہ وہ کچھ اصول یہ ہے
 کہ کلام جو ہے اجزاء انہی جتنے قدیم اور غیر مخلوق اور پریشانی طرح واجب الوجود ہے۔ اور یہ عقلی
 کسی چیز کو پیدا نہیں کیا۔ اور نہ پیدا کرنے کی اس کو طاقت و ایات ہے۔ بلکہ اس کا صرف اتنی ہی کام
 ہے کہ بعض چیزوں کو بعض سے جوڑ دے۔ مثلاً ہم کہ قلوب ہر روح کو اس میں داخل کرتا ہے
 یا کسی قلوب کو جو کہ حال دیکھتا ہے۔ سو یہی تاویل اور تفریق پیش کرتی ہے۔ اس سے
 زیادہ نہیں اپنی اگرچہ شریک ہم کر سکتا ہے۔ تو بس یہی ہے۔ کہ بعض ہر نے عالم کو بعض سے جوڑا

اور کسی بعض سے بعض کو الگ کر دیتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اس اعتقاد میں صرف اتنی ہی خرابی نہیں
 کہ پریشیر کو قادر مطلق ہونا چاہئے۔ عاجز اور ناتواں سمجھا گیا ہے۔ اور قدیم اور غیر مخلوق ہونے
 میں کل ہذا عالم کے اس کے شرک کا عقیدہ اور بھائی بند ٹھہرائے گئے ہیں۔ اور ہر ایک موجود
 اپنے اپنے نفس کا آپ ملک قرار دیا گیا ہے۔ گوئی بچی و لدی گانوں کی طرح قدامت اور وجود
 کی جنس پر سب ارجاع اور پریشیر کا برابر اور یکساں و غل اور قبضہ چاہا ہے۔ بلکہ ایک بڑی کڑی
 مطالبہ کے اصول سے یہ بھی پیش آئی۔ کہ عقلی طور پر پریشیر کے وجود پر کوئی دلیل باقی نہ رہی بلکہ
 جس حالت میں تمام عالم نہیں اور نہ خود بخود قدیم سے موجود ہے۔ اور پریشیر کا کام صرف تالیف اور ترقی
 ہے تو پھر اس سے وجود پریشیر کا کیونکر ثابت ہو سکے بجا اٹھ آپ ہی ضرورت دیکھو۔ اور انصاف کو
 کہ دنیا کی تمام چیزوں میں سے کوئی چیز بھی اپنے وجود کی پیدائش میں پریشیر کی محتاج نہیں
 تو پھر اُس پر کیا دلیل ہے کہ اپنی ترقی یا اتصال میں پریشیر کی محتاج ہے۔ ظاہر ہے کہ اس بات
 کے وجود سے صلت عالم کے وجود پر اسی وجہ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ ماسوائے اللہ کا وجود
 خود بخود ہونا یا بہت عقل محال ہے۔ اور میں حالت میں تسلیم کیا جائے۔ اور قبول کیا جائے
 کہ ماسوائے اللہ ہی خود بخود ہو سکتا ہے۔ تو عقل کو خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین کرنے کے لئے کوئی کما
 راہ باقی نہ رہی۔ کیا ایسے ایسے ناپاک اعتقادوں سے دھریہ ذہب والوں کو مدد میں نہ ہو سکیں گے
 غرض یہ کہ ایک ایسی ناش عقلی ہے۔ کہ اس کے تابعین کو اُس کے جواب میں کوئی بات
 نہیں آتی۔ اور وہ لوگ کسی طور سے پریشیر کے وجود پر کوئی دلیل بیان نہیں کر سکتے۔ اور
 کیوں کہ بیان کر سکیں۔ سبب آپ ہی پریشیر کی طرح قدیم اور واجب الوجود ہے۔ تو پریشیر
 سے کہیں کو کیا تعلق اور غرض رہا۔ اور اُس کے وجود کی کوئی ضرورت اور حاجت نہ رہی۔ مگر کتنا
 چاہئے کہ ایک طرف تو یہ خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات کے ثابت کرنے کے لئے اُٹھتے ہوئے
 کی یاقوت نہیں رکھتا یعنی طالبان حق کو ششہروی طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر یقین
 نہیں دلا سکتا۔ بلکہ طرح طرح کی بدگمانیوں میں ڈالتا ہے۔ اور پھر دوسری طرف اُس میں یہ قرانی
 پیدا ہو گئی۔ کہ عقلی طور بھی وہ خدا تعالیٰ کی استی کا ثبوت دیکھتے ہیں نصیب اور یہ ہر وہ ہے

تو آپ نصف سچ کہتا ہے۔ کہ معرفت انہی کے دونوں طریقوں عقلی اور شہودی سے ہر ڈنگ
 ویدکس قدر دوسرا درجہ ہے۔ اور جس قدر ہم نے اب تک بیان کیا کچھ ہی ایک اصول وید کا ایسا
 نہیں ہے کہ جو عقل کے برخلاف ہو۔ بلکہ وید کے سارے اصول جو بنیاد و مہرہ کی سمجھے جاتے
 میں ایسے ہی ہیں۔ وید کی رو سے پہلی ہدایت تو یہی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کسی چیز کا خالق نہیں
 مگر اس کے سوا وید کی دوسری ہدایتیں بھی ایسی ہی ہیں۔ جن کے پڑھنے سے عاقل کو ضرور شک
 پڑے گا۔ کہ شاید وید کا زمانہ کوئی ایسا زمانہ تھا۔ جس میں ہنوز آریہ وید کے لوگوں نے کوئی
 شہر عقل اور دانشمندی کا نہیں پایا تھا۔ چنانچہ ہم بطور نمونہ ایک وہ اصول وید کے اور بھی
 لکھتے ہیں۔ جو جو لوگ وید کی اندرونی حقیقت سے بہ خبر ہیں۔ ان کو اس عجیب گلاب کے
 حالات کی قدر معلوم ہو جائیں۔ سو مندر آئے ایک یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی ذات میں ایک خدا
 رحیم و مہربان نہیں اور کسی گناہ کا یہ کہ گناہ کو اس کے توبہ و استغفار سے ہرگز نہیں بخشتا۔
 اور جب تک ایک گناہ کی سزا میں چار سو لاکھ جون میں ڈال کر شخص مجرم کو دنیا کی مہر سے بڑا
 و جہنم پلاؤ وہ مذاب نہ ہو نہ پائے۔ اس کا قصہ فرو نہیں ہوتا۔ اور اگر انسان اپنے گناہ سے باز کر پشیر
 کی محبت اور اطاعت میں تیار ہو جائے۔ تب بھی جب تک پریشہ اس کو لاکھوں جوتوں میں ڈالنے
 سے سزا نہ دے۔ تب تک ہرگز اس کا بھی نہیں چھوڑتا۔ اب دیکھنا چاہئے۔ کہ اس اصول میں
 صرف اتنی ہی نفاست نہیں کہ پریشہ کو ایک ایسا شخص مانا پڑتا ہے۔ کہ جو نہایت بد و کاسرگسل
 اور بے رحم ہے۔ کہ جو ٹھیکنے والوں کی طرف ہرگز نہیں جھکے۔ اور محبت کرنے والوں سے ہرگز محبت نہیں
 کرتا۔ اور ایک ادنیٰ ظلم یا قصور سے ایسا چڑ جاتا ہے کہ پھر کوئی بھی طریق اس کے راضی ہونیکا
 نہیں۔ بلکہ ایک بڑی قیامت یہ بھی ہے۔ کہ اس اصول کے ثبوت سے نجات پانے کا راستہ کبھی
 مسدود ہو جاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی راہ میں منت اور مجاہدہ کرتا اور اس کی اطاعت اور عبادت میں
 دل لگانا سب سراسر لغو اور بے فائدہ ٹھہرتا ہے کیوں کہ جس حالت میں پریشہ رہا کیے اور اپنے غصے
 کو کسی خطا کے سرزد ہونے سے بیز لاکھوں برسوں تک جو لوگوں میں ڈالنے کے ہرگز کسی بندہ پر
 نہیں کر سکتا۔ تو پھر اس حالت میں وہ تو مہذب بندہ کہ گویا ایک گناہ کے چیتے جی ہی مر گیا ہے۔ کیونکہ

ویدکات کے گلاب گلاب

اس کی زندگی میں دل لگا دینا اور کسی امید پر بات اور زہد اور بیچ الی اللہ اختیار کر دینا۔ اور پھر زیادہ تر مشکل بات (جس کو عاجز بندہ اپنے ضعف اور کمزور حالت پر نظر کر کے سے بخوبی جانتا ہے) یہ ہے کہ بعد چوراسی لاکھ جو ان جھگڑتے کے پھر بھی ایسی پاک اور صفا حالت کہ جس میں ایک شخص یا عقیدت سرزد نہ ہو اس کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ انسان اپنی کمزوری کی وجہ سے قصور اور غفلت سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور اس لئے سے اونے بات جو بشر کے لئے لازم غیبت منطاب کی طرح ہے۔ غفلت ہے۔ جو انسانی سرشت کا پہلا گناہ اور سب گناہوں کی جڑ ہے۔ اگر دنیائیں کوئی ایسا آدمی کہاں اور کہہ رہے۔ جو ایک طرف اللہ العین کے لئے بھی اپنے مولیٰ کے ذکر سے غافل نہیں رہ سکتا۔ اور ایک لحظہ کے لئے قبض کی حالت اُس پر طاری نہیں ہوتی۔ ماسوا اس کے جہاں تک ہم انسانوں کی عام حالتوں پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور ان کے سلسلہ زندگی کو اول سے آخر تک دیکھتے ہیں۔ تو ہم پر صاف ٹھل جاتا ہے۔ کہ کوئی انسان خاص کر اپنے بلوغ کے ابتدائی زمانہ میں کسی قدر غلامی یا ذلت یا تنہا یا غفلت یا لود و لعب سے خالی نہیں رہ سکتا۔ اور نہ جبکہ تنہا الکی اس پر وارد ہونے ہیں۔ اپنی کا پورا پورا شکر کر سکتا ہے۔ اور یہ ایسی صاف اور آشکارا مشقوت ہے۔ جو خود ہمارے کواہت زندگی اور واقعات ہماری اس پر شہادت دے رہے ہیں۔ اور موجودات کا ہر ایک ذرہ اور قدرت کا ہر ایک قانون اس کی تصدیق کر رہا ہے۔ اور ہماری روحیں پکار پکار کر یہیں بھی کہتی ہیں کہ ہم پر جو حقوق اور ضعیف اور کمزور اور ممنون منت ہونے کے ایسی فتح عظیم ہے خالق اور مبین حق تعالیٰ اور مہربانی بے علت پر ہرگز حاصل نہیں کر سکتے۔ کہ جو اُس کو، کہہ سکیں۔ کہ جو کہ ہرے حقوق ہماری گردن پر تھے۔ وہ سب ہم نے جیسا کہ چاہے۔ اور اگر دیکھیں۔ اور اب ہم تیرے حساب سے قانع اور تیرے مطالب سے امن میں ہیں۔ اور جبکہ ہم لوگ ایسی نافرمانی حاصل نہیں کر سکتے۔ تو پھر صرف ظاہر ہے کہ خداوند کریم ہمارے گناہوں پر ہمیشہ ہم کو سزا دیتا رہے۔ اور وہ گناہ اور غفلت کسی حالت پر نہ کرے۔ تو پھر ہرگز ممکن نہیں۔ کہ ہم کسی زمانہ میں نجات کا منہ دیکھ سکیں۔ کیونکہ جب گناہ غیر محدود و مٹھوے۔ تو پھر سزا بھی در صورت لازمی اور ضروری ہونے کے غیر ممکنہ اور ناگزیر ہے۔ سو یہ اصول نہایت عقل اور ناممکن ہے۔ اور اگر یہی بات سچ ہے۔ تو انسان غایت درجہ کا بد بخت اور بے نصیب ہو گا۔ کیونکہ

توحید پر پیشتر کا ہیضہ نہ لکھتا ہے کہ جب تک وہ بھیگتا ہوں کے صادر ہونے سے ڈکھولنا
کی سیرت سے لایم ہوئے ہیں، انھوں نے کہ جب تک خشک ہو تو اس کا ختمہ مشق و بیگانہ
نہ کیمن چاہئے۔ کہ اس کے مقابل ہر اصول قرآن شریف کا کیسا بابرکت اور پیارا اور توفیق بخش
انسانی فکر کے لئے ضروری اور واجب الہی ہے۔ گناہ کا تدارک تو یہ اور استفادہ ہو سکتا ہے
اور یہ یوں کی کافی نیکیوں سے ممکن ہے۔ یہ ایسا ضروری اور لازمی اصول ہے کہ انسان کی
منفردیت اور ثنات یا بجز اس کے ممکن ہی نہیں خیال کرتے چاہئے۔ کہ اکثر تمام انسانوں کا یہ خیال
ہوا کرتا ہے کہ وہ اپنی ابتدائی عمر میں کسی قدر غفلت اور سوء عیب یا نالائقی باتوں اور بے نیکیوں
کی بنا پر کسی ایک محبت کی برکت سے یا کسی راجعہ اور مانع کے سبب سے یا اپنی ہی انصاف و دل کے
جوش سے اس بات کے مشتاق ہو جائے کہ کسی سے کہ اب خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں۔ اور بڑے کاموں
اور غراب ہوں کہ جو دوسرے میں اب سوچنا چاہئے۔ کہ اگر ایسے صاحب حق کے لئے جناب الہی میں اس کی
کوئی سبیل نہیں۔ اور تو متصور ہی نہیں اور استغفار قبول ہی نہیں۔ تو پھر وہ کیا اپنی آخری ہستی
کے لئے اگر کچھ کو شش ہی کرے۔ تو کیا کرے کہ یہ شکر کو سہرا کر چاہئے۔ ممکن ہے کہ وہ ایسے
پریشور سے محنت تو پیدا کرے کہ دل ہو کر اٹھائے کی رحمت سے بھلی بات ہو کر پھر پڑے کہ ہر کی طرف
رحمت توفیق کرے۔ اور غریب دل بھول کر ہر قسم کے گناہ اور بدعاشی سے قسح اور حفا اٹھا دے غرض
ہا ایسا اصول ہے کہ نہ بدعاشی سے اپنی ثنات کھسک سونچ سکتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی رحمت اس
قائم رہتی ہے۔ کیا یہ بات اللہ تعالیٰ کی عادت کرنا کے موافق ہے کہ وہ انسان کی کامیابی میں مقدر
مشکلات ڈالے۔ اور اس کی ثنات کو معلق یا محال کرے کہ اس کے گناہ کو پیش رو رکھے مگر اس کی رحمت
رحمت اور توبہ اور استغفار کا ایک ذرا نہ کرے۔ اور یہ ایسی ناکہ خون میں سے ایک جہنم کی تعریف کرنے
سے بھی دریغ کرتا ہے۔ کیا ایسے ہر کوئی امید ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر قیصر اصول وید کا تھیل
کے پر خلاف ہے۔ یہ ہے کہ ثنات ابری کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ لوگ کچھ ذلت محدود و بے ثنات
یا ہر کتنی خاصے ناکہ گناہ باہر نکالے جاتے ہیں۔ اور نہ پیشتر ہرگز نکال دیاں کہ ان کو ہیش کے لئے
ثنات سے ملے۔ اب جو لوگ مشق الہی کی ایک چکاری بھی اپنے اندر رکھتے ہیں وہ خوب جاننے والے

کہ ایسی سب مروتی اُس کی مرتبت تھی کہ ہر چیز میں وہ سبقت دیکر پھر بے عزت کر دے اور کبھی
بخش کر پھر اُس کو جبین سے ملو ایک دفعہ اپنا پیارا اور مقرب بن کر بنا کر پھر تارکہ گنہ گاروں
کوڑوں اور کٹوں کی جرنوں میں ڈال دے جس شخص کو تبت لٹی کے جام سے ایک گھونٹ
سیر ہو کر ہے۔ اُس کی عارین اللہ صبح اس پر اطلاق ہو پڑی یا سیر ہو سکتی ہے۔ اور کبھی
کھو کر اُس کی اور بھی ہے۔ ہرگز اس کو ہفتی نہیں دیتی کہ اس کا پیارا اور محبوب جانی تھا اُس سے
وہ سامعہ کر لے گا۔ کہ اس کی سبب سید میں خاک میں ڈال کر اور اُس کی خوشحالی کا کی خواہش ہو
اُس کے دل میں ڈالی گئی ہے۔ مگر اُس کو کس شے معصوم کی طرح جو بار بار وہ معصوم سے دیکھا تھا
مختلف جہتوں کے وہ ابھرتے معذب کرنا رہے اُس کے صدق اور وفا پر اُس کو کچھ بھی خیال
نہیں تھا بلکہ اور اس کی خالص محبتوں پر اُس کو کچھ بھی نظر نہیں ہوگا۔ افسوس کہ چند لوگ ایسا
ہستقلہ رکھنے سے خود اپنے اوپر ہوں اور ہستقلہ کی عزت کو خاک میں ملا سکتے ہیں۔ کہ اُن کی
بڑے مقبول تھی بلکہ خدا کا اوتار سمجھ کر پھر اُن کے سلعے پر حمید کرتے ہیں۔ کہ اُن ہی ہماروں کو بجا
نجات ابدی نہیں دے اور وہ کیرے کو رستے اور کتے بٹے بٹے سے ستھنی نہیں دے سکتے جن
لوگوں کو ان مقدس وردوں کی خبر نہیں وہ تہت کر کے کہ کچھ اصول میں جو دیوں کی طرف تہت
میتے گئے ہیں۔ اور کچھ بید نہیں۔ کہ وہ بدگانی سے یہ خیال کریں کہ وہ دیوں پر تہت ہے سو واضح ہو
کہ ہم سائن اصولوں کو کمال تحقیق اور تہت قیق سے لکھا ہے۔ اور اس وقت وہ یہاں سے ملنے پڑا
ہے۔ اور اُس کے بجائش ہمارے پاس موجود ہیں ہر کسی کو شک ہو۔ تو یہ اُن سے تسلی کر لیتا ہے
اور وہ دیوں کے ملنے والے اس سے بے خبر اور انکار ہی نہیں ہیں۔ اور اگر کوئی ہم تک نہ پہنچ سکے
اور پڑتوں سے اور فانت کر سکے۔ تو ہم اس کو صلاح دیتے ہیں۔ کہ وہ ایک دیہ کو جو دیہی سوسائٹی میں
بکمال تصبیح و تحقیق پہنچا ہے۔ اور انظر خورا اور تہت ہر مطالبہ کرے اور پھر یہ محمد مناسبتیم۔ کہ پندت
و پانندی سیتہ تہت پر کاش اور وہ بجائش کا بھی دشمن کر لے تا اُسے معلوم ہو۔ کہ وہ کیا شے ہے۔ اور
اُس کی تعلیم کیسی ہے۔

بعض جاہل ہندو اور مسلمان اپنے مذہب کو جو ہر ایم پشتمک ہیں۔ اور وہ ہستقلہ دیوں کے ہر

میں نے سوچا ہے کہ جسے داراشکوہ نے بعض اپنشدوں کا ترجمہ بھی کسی پنڈت سے لکھا اور ایک رسالہ
 تالیف کیا ہے۔ لیکن جانتے نہیں کہ یہ لوگ کس خطی پر ہیں۔ یہ وہی اور اپنشدوں کے مضمین میں کچھ
 تعلق بھی نہیں۔ بلکہ وہ خیالات جو اپنشدوں میں ہیں وہ عربی و ہندی کے دونوں کی تلاش فراخ میں
 انسانی خیالات کا خلاصہ ہے۔ کہ انسان و غیر مخلوق پر مشتمل وجود کا ایک گروہ ہے اور اسی سے
 شکر ہے۔ اور اسی میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور یہ صورت و قول اور خروج کی حد تک ہی رہتی ہے۔ معلوم ہوتا
 ہے۔ کہ یہ خیالات ہندوؤں کے ایک دت کے بعد پانچویں والوں سے لے کر آج تک اس زمانہ کے
 خیالات ہیں۔ کہ جب یہ لوگ وید کی تعلیم سے بہرہ ور ہو چکے تھے۔ اور ان کا مشاغل تھا کہ یہاں تک کہ
 ان خیالات کو جو اپنشدوں میں ہے۔ شکر کیا جائے۔ مگر وہ اس کے پھر بھی بہرہ ور نہ ہو سکے
 ویرانوں سے الگ نہیں ہوئے۔ اور ان کی کوشش سے نہ رہا نہیں کیا۔ بلکہ وہ طریق کی اور اور شکر کو
 باقی حالت شکر کے طور پر چاہیں اور ان کی طرح کے جوئے وقت اور کھانا پیناں پر معاشرہ اور معاشرہ
 اور ہندوؤں کے بارہ میں لکھ ڈالیں۔ اور کئی پریشک اپنی طرف سے تالیف کر کے مشعر کرنا چاہا کہ
 یہ بھی ویران ہے یعنی وید کی خبریں میں چنانچہ انہیں میں سے وہ پنشدین بھی ہیں جن کا بعض ناواقف
 مسکافوں سے ترجمہ بھی کیا تھا۔ اور اپنی اور اپنی واقفیت سے یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ یہی وید میں مگر اپنے
 زمانہ آگیا ہے۔ کہ کوئی مرشد نہیں رہ سکتا۔ وہی وید گرو ہندوؤں کے زمانوں میں چھپے ہوئے تھے یہ
 گتہ فروشنوں کی دکانوں پر چھپے ہوئے تھے ہیں۔ اس مقام پر ہم بڑے افسوس سے لکھتے ہیں۔
 کہ مرشد جن مانتا صاحب نے کہ جو نقشہ بندی مقبول میں سے ایک نامی اور شہسوار گروں میں گرو گروہ
 داخل در عقولات کو کے ویدوں کے بارہ میں ایک کتب کسی اپنے مرید کے نام لکھا ہے۔ اور اس میں
 ویدوں کی توجہ کی ہے کہ وہ مشرک اور مخلوق پرستی سے پاک ہیں اور توحید کی تعلیم ان میں بھری ہوئی
 ہے۔ لیکن جب ہم ایک طرف ویدوں کی مشرک اور تعلیم اور مذہب کا کوئی چشمہ نہ دیکھتے ہیں۔ اور پندرہ کروڑ
 ہندوؤں میں سے ہندو ہوتے ہیں۔ اور دوسری طرف مرد صاحب کا یہ کتب پر پڑھتا ہے۔ مسکافوں نے
 شاید یہ سادہ دلی اور لاعلمی سے لکھا ہے کہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مرشد اس صاحب حق میں دعا و غفرت
 کریں۔ اور خدا تعالیٰ سے ان کی خطا کی معافی چاہیں۔ اور کسی صاحب کے کلام پر پردہ نہیں ڈال سکتے

مرزا صاحب کے نہایت بے جا اور نامناسب کام کیا۔ کہ بے خبر محض ہونے کی حالت میں دیدہ وانی کا دعویٰ کر بیٹھے۔ اُن کے لکھنے پر بہت فزکی بات تھی۔ مگر وہ اپنے تئیں اذخالی اور اذکار میں مشغول رہتے۔ اور میں کوچ میں ایک ذرہ بھی اُن کی رسائی نہیں تھی۔ اس کی نامعلوم خبریں لوگوں کو نہ بتلاتے۔

پھر مرزا صاحب اپنے مکتوبات میں یہ لکھتے ہیں کہ ہندوں کا وہ چارو فقرہ ہیں۔ جو احکام لہرونی و دنیا رافریہ مستقل پر مشتمل ہے اور یہ وہ دیر زائد ایک فرشتہ کے جس کا نام برہما تھا بھوال ایما واکا ہندوؤں کو پوچھا ہے۔ اُنہی دیر میں سے اُن کے پُران اور شاستر نکالے گئے ہیں۔ اس دیر میں بڑے عمر طوفانی عالم کی چار طور کی مختلف ہدایت رکھی گئی ہیں جن میں سے بعض ہدایتیں ست جگہ کے مناسب حال اور بعض ہدایتیں کل جگہ کے مناسب حال ہیں۔ اور ہندو اگرچہ مختلف فرقہ و گروہ سب کے سب توحید باری ہائے حق رکھتے ہیں۔ مگر عالم کو مخلوق سمجھتے ہیں۔ اور روزِ حشر کے قائل ہیں۔ اور عارف اور مکاشفات میں یہ طوٹے رکھتے ہیں۔ اور اُن کی مہت پرستی حقیقت میں بہت پرستی نہیں ہے۔ بلکہ وہ بعض ناگ کو جو ہمارا آبی عالم کون و فساد میں تصرف رکھتے ہیں۔ یا بعض کاغذوں کو جن کی اسوں کو جن کا تصرف بیدارِ جہان کے اس نشہ دنیا سے باقی ہے۔ یا بعض زندوں کو جو اُن کے زخم میں زخم کی طرح ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ قبلہ توجہ کر لیتے ہیں۔ یعنی صوفیہ کی طرح اُن کی خیالی صورتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جیسے صوفیہ اسلامیہ اپنے پیر کی صورت کا تصور کرتے ہیں۔ اور اُن سے فیض اُٹھاتے ہیں۔ مگر صرف اتنا فرق ہے۔ کہ اسلامی صوفیہ ہمارے میں کوئی تصویر شیخ کی اپنے اگلے نہیں رکھتے۔ اور یہ لوگ رکھ لیتے ہیں۔ سوان کی یہ صورت عبادت کفار عرب کی بہت پرستی سے مشابہ نہیں ہے۔ کیونکہ کفار عرب اپنے بتوں کو تصرف مؤثر بالذات مانتے تھے۔ اور اُن کو خدا کے زمین سمجھتے تھے۔ اور خدا تعالیٰ کو خدا کے آسمان سمجھتے تھے۔ اسی طرح ہندو لوگ جو اُن تصویروں کو سجدہ کرتے ہیں۔ وہ سجدہ بھی سجدہ مبادتیں بلکہ سجدہ تمسک ہے۔ اُن کی شیخ میں باپ اور پیر اور استاد کے لئے بھائے سلام کے بھی سجدہ مرسوم اور معمول ہے۔ انہی۔ اب مرزا صاحب نے اپنے اس بیان میں جتنا غلطیاں کی ہیں۔ اور جو کچھ کھائے ہیں۔ اور خلاف واقعہ لکھا ہے۔ ہم کس کس کی اطلاع کریں

کہ جس نے کسی ہندو کی دہلی سن کر بغیر اپنی ذہنی تحقیق کے یہ منہ غاشاک
 علیحدہ کر کے اس خط میں بھجوا دیا ہے۔ وہ معلوم کر اسنوں نے کہاں سے اور کس سے کس نے یا
 کہ ہندوئی کے یہ خیالات اور عقائد ہیں یا جو ان کے محققوں نے اپنی معتبر کتابوں میں لکھے
 ہیں کہ ان کو اقل ہر صاحب لکھتے ہیں۔ کہ وہ کے چاروں فرس ہیں۔ سو مرزا صاحب کی پہلی غلطی
 یہ ہے کہ وہ کو ایک کتاب قرار دے کر اس کے چاروں فرس خیال کرتے ہیں۔ بلکہ حق بات جس کا ثبوت
 اور یہ بھی کی طرح حال کے زمانہ میں کھل گیا ہے۔ کہ وہ کی مجموعہ ہر کتاب میں جو چار مختلف
 زبانوں میں کئی لوگوں نے ان کو بنا دیا ہے۔ چنانچہ جو قصائد جو انھوں نے سو سو ہے۔ اس
 کی نسبت اکثر پڑھنے والوں کی یہی رائے ہے۔ کہ وہ پچھلے سے دیر میں کے ساتھ ملا گیا ہے۔ اور
 کسی پر سننے والے اس کو لکھا ہے۔ اور اس کے سوائے جو تین دیر میں وہ الگ الگ کتابیں
 ہیں جن کو الگ الگ سرشید سے جمع کیا ہے۔ اور ہندوؤں کے محققوں کے نزدیک یہ کچھ
 چیز نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنی اور عقائد اور سوچ پر اتنے ہیں۔ اور محقق ہندو یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ
 ہر آثار پر ان اور مشرور وغیرہ اور اپنے ہندوؤں کے ساتھ میں ہیں۔ وہ وہ کے معنوں سے
 بہت سی مخالفت کرتے ہیں اور بہت سے زعمائے ان کتابوں میں پائے جاتے ہیں جو وہ میں
 نہیں ہیں۔ مثلاً یہی خیال کہ چاروں وہ وہ کے چاروں کچھ سے یکے میں۔ اس کا کوئی اصول
 وہ میں نہیں پایا جاتا۔ ایسا ہی کہنا کہ دنیا کا کوئی خان ہے۔ وہ کی رو سے بڑا گناہ اور پاپ
 کی بات ہے۔ بلکہ وہ کا عقیدہ ہے۔ کہ دنیا کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں۔ نہ تو خود بخود قدیم سے
 ایسی ہی چلی آئی ہے جیسا کہ پیشتر چلا آتا ہے۔ اور ہر پیشتر کے وہ وہ کے دنیا کے جو کہ کسی قسم کا
 نہیں نہیں پہنچتا۔ یہاں تک کہ اگر پیشتر کا زمانہ بھی فرض کر لیا جائے تو دنیا کا اس میں کچھ بھی تاج
 نہیں تھا۔ ایسا ہی ہندوؤں کے ملحق یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ہر چیز جسے وہ وہ دیر میں مل کرنے
 سے ہر ایک کا گناہ معفو نہیں ہو سکتا۔ نہ تو وہ واستغفار کچھ کام آتی ہے۔ بلکہ ایک گناہ کے معفو
 میں ہر ایک شخص کو ہر اسی لاکھ جون سزا میں جھگڑتی پڑ گئی ہے۔ کہ بھی قول ہے۔ کہ وہ اخبار دہلیہ
 اور مستقبل سے بالکل خالی ہے۔ اور کوئی ہر خوارق عادت جو نہیں ہے۔ سو مرزا صاحب اس میں

فرج نہیں۔ اور مکاشفات کا تو ذکر تک نہیں۔ اور ان کے نزدیک مکاشفات اور خوارق اور
 پیشگوئیاں اور اخبار غیبیہ اوقیسیں ہی آلات ہیں۔ عین کا وجود ہرگز ممکن نہیں بلکہ جن لوگوں پر وہ
 نازل ہوا ہے لوگ بجلی ان باتوں سے محروم تھے۔ اور وہ کی تھو سے ان باتوں کا تصور میں کیا قطعی
 تصور بنایا کرتے اور غیر ممکن ہے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ ہندوؤں کے تحقق تو اپنے دین کو اخبار غیبیہ
 اور تقیید سے بجلی ماری اور مکاشفات سے بجلی بے نصیب اور خدا تعالیٰ کی خالقیت اور شریعت
 سے بجلی انکاری قرار دیتے ہیں۔ اور مرزا صاحب ایک قدم اگے بڑھ کر ہندوؤں کے دینوں کی نسبت
 ان سب چیزوں کو کہتے ہیں۔ اب دیکھئے کہ بقول شخص کہ دمی شکست اور گواہ چست کیا تھا
 غور مرزا صاحب کے بیان میں پایا جاتا ہے۔ جس پر اگر تو بکل تحقیق اطلاع پاویں۔ تو مرزا صاحب کو
 ایک غایت درجہ کا سادہ لوح قرار دیں۔ اور ان کی باتوں پر قطعہ مار کر نہیں۔ پھر دیکھنا چاہئے
 کہ مرزا صاحب اپنے اسی مکتوب میں ہندوؤں کو بت پرستی سے بھی رہی قرار دینا چاہتے ہیں۔ یہ
 کھڑے یہ خبری مادہ لاطمی مرزا صاحب کی ہے۔ کہ ہندوستان میں بدورش پاکر پھر ہندوؤں
 کے عقائد سے کس قدر بے خبر اور غافل ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ ہندو لوگ تو عرب کے
 بت پرستوں سے اپنے شرک میں کئی درجہ زیادہ کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ کچھ بت پرست اگرچہ اپنی
 مرادیں بتوں سے منگتے تھے۔ مگر ان کا یہ قول ہرگز نہ تھا کہ دنیا کے خالق و مالک وہ ہی دیوتا
 ہیں جن کی تصویریں اور سورتیں پتھر یا دانت وغیرہ سے متشکل کر کے پوجے جاتے ہیں۔ لیکن
 ہندوؤں کا اصول جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے۔ یہ ہے کہ ہر شے دنیا کا خالق نہیں ہے۔
 بلکہ ان کے دیوتا دنیا کے خالق ہیں۔ اور انہیں سے مرادیں مانگنی چاہئے۔ اس بات کو کون
 نہیں جانتا کہ ہندو لوگ اپنے بتوں سے مرادیں مانگنے میں بڑے سرگرم ہیں۔ مرزا صاحب نے
 شاید کسی تہ خانہ میں بدوش پائی ہوگی کہ ان کی اپنی دت اور مرگاہ بھی بدوش ہوئی۔ کہ
 ہندو لوگ اپنے پورا سنے بت خانوں کے درشن کے لئے کس جوش و خروش میں جایا کرتے
 ہیں۔ یہاں تک کہ جتنا وہ دھرم بت خانوں کے بڑے بڑے بتوں کے مانتی اور خوش کوٹے
 کے لئے بعض بعض ہندو اپنی زبانیں بھی کاٹ کر چڑھا دیتے ہیں۔ اور گنگا کی درشن کرنے پر

مجموعہ کتب کا جائزہ ہے۔ اور پکار پکار کر مرادیں مانگتے ہیں۔ یہ بات بھی مرزا صاحب سے چھپی ہی
 ان کی طرف سے وہ صحت کتابیں جنہوں کی جنہوں نے خود اپنی بہت پرستی کا اقرار کیا ہے۔ اور اپنے
 ذیل تاؤں اور بہتوں وغیرہ سے مرادیں مانگنے کے طریق لکھے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی کتاب
 مرزا صاحب کی نظر میں سے گزر جاتی۔ تو میں خیال کرتا ہوں کہ مرزا صاحب موصوفہ بہت ہی
 شرمندہ ہوتے۔ مگر بالآخر مجھ کو یہ بھی خیال آتا ہے۔ کہ ان کتابوں کی طرف کسی اور شخص نے لکھ کر مرزا صاحب
 کی طرف نسبت کر دی ہے۔ کیونکہ یہ بات عام طور پر چلی آتی ہے کہ اکثر اہل فرض اپنی تحریروں کو
 بعض اکابر کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ تاہن کی مقبولیت کی وجہ سے وہ تحریریں بلا غور
 کی جاتیں۔ بہر حال اب ہم اس خط کو دعا پر ختم کرتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کے مقتدین کو
 براہ راست نصیحت دیتے ہیں کہ وہ ایسے خیالات و دراز صداقت و دیانت مرزا صاحب کی طرف
 منسوب نہ کریں۔ ربنا غفر لنا ذنوبنا و ذنوب اباؤنا و اباؤنا الذین سبقونا بالایمان
 و صل علی نبیک وحبیبک محمدی و آلک و سلم و قوفنا فی امتی و اقبعلنا
 فی حقہ و کتنا ما وعدت لا امتیر ہذا آیتنا امانا فا کتبنا فی عبادک
 ثلوثین و من یتبع غیرہ لا سلام دینا فلن یقبل منه وھو فی
 الکھنۃ لمن المخاصمین۔ خاکسار غلام احمد از نادان قلیل گور و سپرد
 تاریخ ہشتم ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۲۲ مطابق ۲۲ جون ۱۹۰۵ء

خاتمہ از مرتب

یہ مجموعہ کتب احمدیہ کی پہلی جلد ہے۔ اور یہاں ختم ہوتی ہے۔ لیکن میں اس کو تمام سمجھوں گا
 اگر میرے پاس علی شاہ صاحب کے ہند کے واقعات اور حالات کی جہاں ذکر نہ کروں۔ میرے پاس علی شاہ صاحب
 لودانہ کے بچے والے تھے۔ اور حضرت اقدس علیہ السلام کی تالیف برائین احمدیہ کے زمانہ
 میں ایک غلطی ہو گئی تھی۔ مسیح موعود کے دعویٰ کے وقت انہیں بتلایا۔ اور اسی
 ابتلا میں ان کا خاتمہ ہوا۔ انہوں نے اپنی مخالفت کا انکار ہزار بار ہشتا بار بھی کیا۔ اور حضرت

جو اللہ نے نہایت رفیع و طاقت سے اُن کو جواب بھی دیا۔ مگر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ارادہ کر لیا تھا۔ اُن کا خاتمہ انکار پر ہوا۔ اس معاملہ میں میں زیادہ کچھ بھی لکھ نہیں سکتا۔ ہاں تافہرین کو اسی مجموعہ مکتوبات کے مکتوب نمبر ۳۴-۳۵ اور ۳۶ پر خصوصیت سے ذکر کرنے کی صلاح دیتا ہوں۔ وہ ان مکتوبات کو پڑھیں گے۔ تو انہیں معلوم ہو جائیگا کہ اللہ تعالیٰ سے خبردار حضرت جوہ اللہ نے پہلے سے پیشگوئی کی تھی۔ بہر حال میں حضرت احمد علیہ السلام کی اس کے بعد کی تحریریں عباس علی شاہ کے متعلق یہاں درج کر دیتا ہوں۔ اس کے بعد اور کوئی تحریر ملی۔ یا مکتوبات ملے۔ جو میر عباس علی ہی کے نام ہوں۔ وہ بطور تکرار اس جلد کے چھاپ دیئے جاویں گے (بہر حال وہ تحریریں یہ ہیں)۔

۱۴) جی فی اللہ میر عباس علی لودھانوی۔ یہ میرے وہ اول دوست ہیں جن کے دل میں خدا تعالیٰ نے سب سے پہلے میری محبت ڈالی۔ اور جو سب سے پہلے مجھ سے سفر کیا کر اہل راہیہ کی سنت پر قدم تجربہ بعض لڑکھانوں میں میرے شخص کے لئے آئے۔ وہ یہی بزرگ ہیں۔ میں اس بات کو کبھی بھول نہیں سکتا کہ بڑے سچے جوشوں کے ساتھ انہوں نے وفاداری دکھلائی۔ بلور میرے لئے ہر ایک قسم کی تکلیفیں اٹھائیں۔ اور قوم کے منہ سے ہر ایک قسم کی باتیں سنیں۔ میری شہادت شایعیت عمدہ حالات کے آدمی اور اس عاجز سے روحانی تعلق رکھنے والے ہیں اور اُن کے مرتبہ اخلاص کے ثابت کرنے کے لئے یہ کافی ہے۔ کہ ایک مرتبہ اس عاجز کو اُن کے حق میں الہام ہوا تھا۔ اصل چاقا ثابت و فرمایا تھا۔ وہ اس مسافر خانہ میں بعض مشکوٰۃ زندگی میسر کرتے ہیں۔ اپنے اوائل ایام میں وہ بیس برس تک انگریزی و فرمیں سرکاری ملازم رہے۔ مگر باعث غربت و درویشی کے اُن کے چہرہ پر نظر ڈالنے سے ہرگز خیال نہیں آتا۔ کہ وہ انگریزی بھی ہیں۔ لیکن دراصل وہ بڑے لائق اور مستقیم الاحوال اور دقیق النفس ہیں۔ مگر اس پر سادہ بہت ہیں۔ اسی وجہ سے بعض جو سوسین کے وساوس اُن کے

دل کو گرم میں ڈال دیتے ہیں۔ لیکن اُن کی قوت ایمانی جلد اُن کو دفع کر دیتی ہے۔

میر صاحب کے بعد مخالفت کے اظہار پر حضرت اقدس نے مندرجہ ذیل مضمون لکھا:-

میر صاحب علی صاحب لکھنوی

چوں بشتوی سخن اہل مل کو کہ خطا است سخن شمس بشیر لکھنوی

میر صاحب وہی حضرت ہیں جن کا ذکر اخیر میں نے اذات نام کے صفحہ ۹۰ میں بیت کوئی
 بالوں کی چامت میں لکھا ہے۔ افسوس کہ وہ بعض موسوسین کی وسوسہ اندازی سے
 سخت غرض میں آگئے۔ بلکہ جماعت اہل ایمان میں داخل ہو گئے۔ بعض لوگ تعجب کریں گے۔ کہ اُن
 کی نسبت تو اللہ نام پورا تھا۔ کہ اصل خدا بہت اور فرمایا فی السماء۔ اس کا یہ جواب ہے
 کہ اللہ نام کے صرف اس قدر معنی ہیں۔ کہ اصل اُس کا ثابت ہے۔ اور آسمان میں اُس کی شایع
 ہے۔ اس میں تعجب نہیں ہے۔ کہ وہ باعتبار اپنی اصل فطرت کے کس بات پر ثابت ہیں۔ یا شے
 یہ بات مستحق لائق ہے۔ کہ انسان میں کوئی ذکوہ فطرتی خوبی ہوتی ہے۔ جس پر وہ ہمیشہ
 ثابت اور مستقل رہتا ہے۔ اور اگر ایک کا فطر سے اسلام کی طرف انتقال کرے۔ تو وہ
 فطرتی خوبی ساتھ ہی لائے۔ اور اگر پھر اسلام سے پھر کفر کی طرف انتقال کرے تو اس خوبی
 کو ساتھ ہی لے جاتا ہے۔ کیونکہ فطرت اللہ اور خلق اللہ میں تبدل اور تغیر نہیں اور فطرتی
 مختلف طور کی کانوں کی طرح ہیں۔ کوئی سونے کی کان۔ کوئی چاندی کی کان۔ کوئی پتیل کی کان
 پس اگر اس اللہ نام میں میر صاحب کی کسی فطرتی خوبی کا ذکر ہو۔ جو غیر متبدل ہو۔ تو کچھ عجیب
 نہیں۔ اور کچھ اعتراض کی بات ہے۔ بلاشبہ یہ مسلم مسئلہ ہے۔ کہ مسلمان تو مسلمان ہیں۔ خدا
 میں بھی بعض فطرتی خوبیاں ہیں اور بعض اخلاق اُن کو فطرتاً حاصل ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے
 جسم خلقت اور سراسر تارکی میں کسی چیز کو بھی پیدا نہیں کیا۔ اُن یہ سچ ہے۔ کہ کوئی فطرتی خوبی
 بجز حصول صراط مستقیم کے جس کا دوسرے نقطوں میں اسلام نام ہے۔ موجب ثبات نہ ہو
 ہو سکتی۔ کیونکہ اعلیٰ درجہ کی خوبی ایمان اور خدا شناسی اور طاعت رومی اور خدا ترسی ہے۔

اگر وہی نہ ہوئی۔ تو وہ ساری خبریاں پہنچیں۔ علاوہ اس کے کہ اللہ اس کے دل پر لکھ دے۔ کہ جب وہی
 میں غیبت قدمی موجود تھی۔ زبردست طاقت اخلاص کی پائی جاتی تھی اور اپنے دل میں بھی وہی خیال
 رکھتے تھے کہ میں ایسا ہی ثابت رہوں گا۔ سو خدا تعالیٰ نے اُن کی اس وقت کی حالت موجودہ کا غور فرمایا۔
 خدا تعالیٰ کی وحی میں شائع متعارف ہے۔ کہ وہ موجودہ حالت کے مطابق خبر دیتا ہے کسی کے کافر ہونے
 کی حالت میں اُس کا نام کافر ہی رکھتا ہے اور اُس کے مومن اور ثابت قدم ہونے کی حالت میں اُس کا نام
 مومن اور مخلص اور ثابت قدم ہی رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے کلام میں اس کے نوسے بہت ہیں اور اس میں کچھ
 نہیں کہیں کہ موصوفہ عرصہ دو سال تک جسے اخلاص اور محبت اور ثابت قدمی سے اس عاجز کے خصلتوں
 میں شامل ہے اور غلو و کج جو ش کی وجہ سے بیعت و رقت و صوف اپنا انوکھا بیعت کی۔ بلکہ اپنے دوسرے
 عزیزوں اور رفیقوں اور دوستوں اور متعلقوں کو بھی اس سلسلہ میں داخل کیا اور اس میں سال کے
 عرصہ میں جو قدر انوکھا اخلاص اور ارادت بھرے ہوئے خط بھیجے۔ اُن کا اس وقت میں نوازہ بین
 نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ سو کے قریب اب بھی اُن کے ایسے خطوط موجود ہوں گے جن میں اُنہوں نے
 انتہائے وجہ کے مجرا اور انکسار سے اپنے اخلاص اور ارادت کا بیان کیا ہے۔ بعض خطوط میں اپنی وہ خبریں
 لکھی ہیں جن میں گویا روحانی صوف پر اُن کو تصدیق ہوئی ہے کہ مہاجرین کا مذہب یہ ہے اور اس عاجز کے
 مذاہب باطل پر میں اور نیز وہ اپنی خواہوں کی بنا پر اپنی معیشت و مادی نظام کرتے ہیں لگوارہ اس جہان
 اور اُس جہان میں ہمارے ساتھ ہیں ایسا ہی لوگوں میں بکثرت اُنہوں نے یہ خواہیں مشہور کی ہیں اور
 اپنے مریدوں اور خداموں کو بلائیں۔ اب ظاہر ہے۔ کہ جس شخص نے اس قدر جو ش کیا ہے اخلاص کی ہر کج
 ایسے شخص کی حالت موجودہ کی نسبت اگر خدا تعالیٰ کا اہتمام ہو۔ کہ شخص اس وقت ثابت قدم ہے۔ مثلاً
 نہیں تو کتب اس اہتمام کو خلاف واقعہ کہا جائے گا۔ بہت سے اہل ایمان صرف موجودہ اہتمامات سے لگے
 ہوتے ہیں۔ عواقب امور سے اُن کو کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ اور نیز یہ بات بھی ہے کہ جب تک انسان زندہ ہے اُس کی
 سوجھ بوجھ نہ ہو کہ اس کے لئے اللہ جل شانہ کے قبضہ میں ہے۔ یہ وہاں ہے جہاں
 اگر وہاں ہے تو اُن کے ایک شے سنگدل اور غفوس القلب آدمی کو ایک دم میں حق کی طرف پھیر سکتا ہے۔ غرض اللہ کا
 حال پر دلالت کرتا ہے۔ تاکہ ہر ضروری طور پر اُس کی دلالت نہیں ہے اور اس کی بھی فہم نہیں ہے۔ بہتوں نے

استبازوں کو چھوڑ دیا اور کچے دشمنوں میں گئے۔ مگر بعد میں پھر کوئی کرشمہ قدرت دیکھ کر شہید ہوئے۔ اور
 زوار زار روئے اور اپنے نگاہ کا اقرار کیا اور عرض لائے۔ انسان کا دل خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اس حکیم
 کی آزمائشیں ہمیشہ ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ سو جب تک کسی پر شدید خامی اور نقص کی وجہ سے آزمائش
 میں پڑ گئے۔ اور پھر اس پر ہلاکت آئے۔ اور اس کے عوض اس پر قبضہ پیدا ہوئی اور پھر قبضہ سے خوشی اور
 اجنبیت اور اجنبیت سے رک کر دوبارہ رک کر ایک دفعہ علی القابلہ دفعہ علی القابلہ جہری عداوت اور ادا
 حقیر و استحقاق و تعزیریں پیدا ہو گئیں۔ مگر یہ سب کچھ اس کے لئے ہے۔ کہ اس کے لئے کچھ یا کسی کے وہم خیال پر غور
 میرا اس علی کا حال ہو گا۔ تاکہ اس کو چاہئے کہ نہ ہے۔ میرے دوستوں کو چاہئے کہ ان کے حق میں ماکر
 اور بے بھائی قدم نہ اٹھادے اور اگر اشتہ کو اپنی بددلی سے مکر نہ رکھیں اور میں بھی انشاء اللہ لکھ کر دیکھ کر چاہتا
 تھا کہ ان کے چند خطوں پر خوش اسرار میں نقل کر کے لوگوں پر پڑا ہوں۔ کہ میرے پاس علی کا خلاصہ کس جہ پر
 پہنچا تھا۔ اور کس قدر کی خواہیں وہ ہمیشہ ظاہر کر رہے تھے اور ان کی کساری الفاظ اور توفیق کے الفاظ سے وہ خط
 لکھتے تھے۔ لیکن افسوس کہ اس خط پر اس میں گئی باتیں نہیں انشاء اللہ اللہ کسی دوسرے وقت میں حسب ضرورت
 ظاہر کیا جائیگا۔ یہ انسان کے تفریق کا ایک نمونہ ہے۔ کہ وہ شخص جس کے دل پر ہر وقت عظمت اور عظمت پرستی
 کی جارہی رہتی تھی۔ اور اپنے خطوط میں اس عاجز کی نسبت خلیفۃ اللہ فی الارض تھا کرتا تھا۔ اس کی کیا
 ہے۔ پس خدا تعالیٰ سے کڑوا اور ہمیشہ عاکر رہے۔ کہ وہ نفس اپنے فضل سے شہرے دلوں کو حق پر قائم
 رکھے۔ اور نعرہ شہ سے بچا۔ اسے اپنی استقامتوں پر بھروسہ نہ کرے۔ استقامت میں کوئی غم و غم نہ ہو
 سے کوئی بڑے ہو گا۔ جن کو ایک ایسا سنگ بنیے انشاء اللہ علی تھا۔ اور اگر خدا تعالیٰ کا ہاتھ ان کو نہ تھا۔ نہ
 تو خدا جلے کیا حالت ہو جاتی۔ مجھے اگرچہ میرے پاس علی صاحب کی لفرش سے خوب بہت ہوا۔ لیکن میری
 دیکھت ہوں کہ جب کہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کے نمونہ پر آیا ہوں۔ تو یہی فریاد تھا کہ میرے بعض عیال
 انخلاص کے واقعات میں بھی وہ نمونہ ہر جہاں ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعض نمونہ
 جو میں کہ ہم ان کو ہم یاد کرتے ہیں۔ جن کی تعریف میں وحی آئی بھی ہو گئی تھی۔ مگر حضرت مسیح سے خوف
 ہو گئے تھے۔ یہ وہ اس کے لوطی کی گواہی دے رہا تھا۔ کہ حضرت مسیح کا تھا۔ جو اکثر ایک ہی بار میں حضرت مسیح کے
 ساتھ تھا۔ کہ ان کے نمونہ پر کھڑے ہو کر وہ نمونہ تھا جس کو ہر شے سے کہ بار ہوں۔ کہ ان کی خوشخبری بھی تھی

اور میاں چلے جس کیسے بزرگ حواری تھے جن کی نسبت حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ آسمان کی
گنجیاں ان کے ہاتھ میں ہیں۔ جن کو چاہیں بہشت میں داخل کریں۔ اور جن کو چاہیں زمین کی
آزیاں صاحب موصوف نے جو کثرت دکھائی۔ وہ انجیل پڑھنے والوں پر ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح
سنانے کھڑے ہو کر اور ان کی طرف اشارہ کر کے نعوذ باللہ بنداؤا نے کہا کہ میں اس شخص پر نیت بھیج ہوں
میرے صاحب بھی اس صاحب کا سر پہنچے گا۔ اس کی کس کو خبر ہے کیا ہو میری نیت کی قسم یہ اگرچہ پانوش
مستند تھی۔ اور اصل ثابت کی تھی تھی اس کی طرف ایک اشارہ کر ہی تھی۔ لیکن بنالوی صاحب کی دوست
اندازی نے اور کبھی میرے صاحب کی حالت کو فرض میں لایا۔ میرے صاحب ایک ساوداگی ہیں جن کو سامی
وقیعہ بن کی کہ بھی خبر نہیں حضرت بنالوی وغیرہ نے مفندانہ تحریکوں سے ان کو بھڑکادیا کہ دیکھو
فناں کا عقیدہ اسلام کے خلاف اور فلاں لفظ ہے ادبی کا لفظ ہے۔ میں نے سنا ہے کہ شیخ بنالوی
اس عاجز کے غلطوں کی نسبت قسم کھا چکے ہیں کہ لا حقو یتھم اجمعین۔ اور اس قدر غلو ہے کہ شیخ بنالوی
کا استیفاء بھی ان کے کھم میں نہیں پڑا جاتا۔ تنصاعین کو باہر رکھ لیتے۔ اگرچہ وہ بعض رسوا گروان اور ان
کی وجہ سے بہت خوش ہیں مگر انہیں یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ایک شخص کے خشک ہو جانے سے سکا باغ
برادر نہیں ہو سکتا جس شے کو اللہ تعالیٰ چاہے خشک کر دیتا ہے اور کاٹ دیتا ہے اور اس کی جگہ اور
شہیاں پھلوں اور پھولوں سے لدی ہوئی پیدا کر دیتا ہے۔ بنالوی مٹا دے رکھیں کہ اگر اس جہالت ایک
نکل جائیگا۔ تو خدا تعالیٰ اس کی جگہ میں لائیگا۔ اور اس آیت پر غور کریں فسوف یاتی اللہ
بقوم یحبہم یتوبونہ اذلہ علی المؤمنین ایعز علی الکفرین ؟
بالآخر ہم ناظرین پر فہر کرتے ہیں کہ میرے پاس علی صاحب نے ۲۱ اور ستمبر ۱۹۱۱ء میں غلاف
طبع پر ایک اشتہار بھی شائع کیا ہے جو ترک ادب اور تحقیر کے الفاظ سے بھرا ہوا ہے۔ سو ان
الفاظ سے تو میں کچھ غرض نہیں جب بول بگڑتا ہے تو زبان ساتھی بگڑ جاتی ہے۔ لیکن اس اشتہار کی
تین باتوں کا جواب دیتا ہوں۔

اول یہ کہ میرے صاحب کے دل میں دلی کے مباحثات کا حال خلاف واقعہ ہے۔ سو اس دوسرے
کے دور کرنے کے لئے میری یہی اشتہار کافی ہے بشرطیکہ میرے صاحب اس کو خود سے پڑھیں۔

دوسرے کو میر صاحب کے دل میں مسلسل سرخشاں غلطی سے یہ بات پیش کی تھی ہے۔ کہ گویا میں ایک نیچری آدمی ہوں۔ معجزات کا منکر اور لیلۃ اللہ سے انکاری اور نبوت کا مدعی اور انبیاء علیہم السلام کی کائنات کہتے والا اور عقائد اسلام سے منہ پھیرنے والا۔ سو ان کا نام کے دور کرنے کے لئے میں وعدہ کر چکا ہوں کہ عنقریب میری طرف سے اس بارے میں رسالہ مستقلہ شائع ہوگا۔ اگر میر صاحب توجہ سے اس رسالہ کو دیکھیں گے۔ تو بشرط توفیق اذی اپنی بے نیلاد اور بے اصل بدظنیوں کے سخت ندامت اٹھائیں گے۔

سو یہ کہ میر صاحب نے اپنے اس اشتہار میں اپنے کلمات خاصہ فرما کر تخریر فرمایا ہے کہ گویا میں کو رسول غالی کی طاقت ہے۔ چنانچہ وہ اس اشتہار میں اس عاجز کی نسبت لکھتے ہیں کہ اس بارے میں میرا مقابلہ نہیں کیا۔ میں نے کہا تھا کہ ہم دونوں کسی ایک مسجد میں بیٹھ جائیں اور میرا تو مجھ کو رسول کریم کی زیارت کرنا کہ اپنے دعاوی کی تصدیق کرادی جائے۔ اور میں نے یہ کہہ کر اس بارے میں فیصلہ کرادیونگا۔ میر صاحب کی اس تخریر نے نہ صرف مجھے ہی تعجب میں ڈالا۔ بلکہ ہر ایک واقع حال سخت متعجب ہو رہا ہے کہ اگر میر صاحب میں یہ قدرت اور کمال حاصل تھا کہ جب چاہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیں اور باتیں پوچھ لیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی دکھلا دیں۔ تو پھر انہوں نے اس عاجز سے بدوں تصدیق نبوی کے کیوں بیعت کر لی۔ اور کیوں دس سال تک برابر خلوص غاؤں کے گروہ میں رہے۔ تعجب کہ ایک ضعیفی رسول کریم ان کی خواب میں نہ آئے۔ اور ان پر ظاہر نہ کیا کہ اس کتاب اور مکارا و جہد میں سے کیوں بیعت کر رہے۔ اور کیوں اپنے تنگی گراہی میں پھنسا رہے۔ کیا کوئی عقلمند ہمہ پہل ہے کہ جس شخص کو یہ اقتدار حاصل ہے کہ بات بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور میں چلا جاوے۔ اور ان کے غرض کے مطابق کار بند ہو۔ اور ان سے صلاح مشورہ لے لے دس برس تک برابر ایک کتاب اور فریبی کے پنج میں پھنسا رہے اور ایسے شخص کا مرید ہو جاوے۔ جو اللہ تعالیٰ کے رسول کا دشمن اور آنحضرت کی نفرت والا اور تکثری میں گرتے والا ہو۔ زیادہ تر تعجب کا مقام ہے کہ میر صاحب کے بعض دوست بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے بعض خواب میں اچانک سے پاس بیان کی تھیں۔ اور کہا تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرات

میں دیکھا اور آنحضرت نے اس عاجز کی نسبت فرمایا کہ وہ شخص واقعی طور پر خلیفۃ اللہ اور خلیفہ دین ہے
اور اسی قسم کے بعض خلیفوں میں خوابوں کا بیان اور تصدیق اس عاجز کے خواب کی تھی میرے چاہنے اس عاجز
کو بھی لکھتے۔ اب ایک نصف سچہ کہتا ہے کہ اگر میرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ سکے میں تو کچھ
انگوٹوں سے پہلے دیکھا وہ بہر حال اعتبار کے لائق ہو گا اور اگر وہ خواب میں اُن کے اعتبار کے لائق نہیں
اور اضافات اصنام میں داخل ہیں تو ایسی خوابیں آئندہ بھی قابل اعتبار نہیں ٹھہر سکیں۔ مگر میں سمجھ سکتے
ہیں کہ رسول نانی کا قارن و حواس کس قدر فضول بات ہے۔ حدیث صحیح سے ظاہر ہے کہ قریش شیطان سے
وہی خواب رسول نبی سے بہتر ہو سکتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کے حلیہ پہ دیکھا گیا ہو۔ وہ شیطان کا تکل
انبیاء کے پیروں میں نہ صرف جائز بلکہ واقعات میں سے اور شیطان لعین تو خدا تعالیٰ کا تکل اور اس کے مشورے کے
تحتی و مکمل دین ہے۔ پھر انبیاء کا تکل اُس پر کیا مشکل ہے۔ بسبب یہ کہ بات ہے تو فرض کے طور پر اگر لائق
کر کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو تو اس بات پر کیونکر مطمئن ہوں۔ کہ وہ زیارت حقیقتاً حضور
کی ہے کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں کو عجیب عجیب غیبی پر اطلاع نہیں اور غیبیہ پر تکل شیطان
جائز ہے۔ پس اس زمانہ کے لوگوں کے لئے زیارت حق کی جتنی علامت ہے۔ کس بات کے ساتھ بعض ایسے
خوارق اور علامات خاصہ ہوں جن کی وجہ سے اس زمانہ کا کشف کے منہا نبی اللہ ہونے پر یقین کیا جائے
مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض نشان تہیں پیش از وقوع بتلاویں۔ یا بعض قفوف قدر کی نذر لکے یا کتب کتب
وقوع مطلع کر دیں یا بعض دعاؤں کی قبولیت پیش از وقت اطلاع دیدیں۔ یا قرآن کریم کی بعض آیات کے
ایسے حقائق و معارف بتلاویں جو پہلے قلمبند اور شائع نہیں ہو چکے تو بلاشبہ ایسی خوابیں صحیح ہیں اور کچھ
اور ایک شخص دعویٰ کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری خواب میں آئے ہیں اور کہہ گئے ہیں کہ فلاں شخص جیسا
لاؤ اور مجال ہے۔ ایسا بات کا کون فیصلہ کرے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے یا شیطان کا بغیر اُس
خواب میں نے چالائی کی راہ سے یہ خواب اپنی طرف سے بنالی ہے۔ سو اگر میرا صاحب میری حقیقت پر قدر رکھتا ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی خواب میں آجسے ہیں تو ہم میرا کچھ تکلیف دینا نہیں چاہتے۔ کہ وہ ضرور میں دکھائیں
بلکہ وہ اگر چاہی دیکھنا ثابت کر دیں۔ اور علامات اور بعد ذکرہ بالا کے ذریعہ سے اس بات کو پابین ثبوت پہنچاؤں
کہ حقیقتاً انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ تو ہم قبول کر لیتے ہیں اور اگر انہیں مقابلہ کا ہی شوق ہے تو

اس سید محمد سے مقابلہ کر لیں جس کا ہم نے اس اشتہار میں ذکر کیا ہے۔ ہمیں بالافعل ان کی سوغاتی
 ہی میں کلام ہے چہ جائیکہ ان کی رسول خانی کے دعویٰ کو قبول کیا جائے۔ پہلا مرتبہ آزمائش کا تو یہی ہے
 کہ آیا میر تقی رسول مبنی کے دعویٰ میں صادق ہیں یا کاذب۔ اگر صادق ہیں تو پھر اپنی کوئی خواب یا
 کشف ملے کریں جس میں یہ بیان ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور اپنے اپنی زیارت کی نکلت
 فلاں فلاں پریشگولی اور قیادت دے گا اور انکشاف حقائق و معارف کو بیان فرمایا۔ پھر بعد اس کے
 رسول خانی کی دعوت کریں۔ اور یہ عاجز حق کی تائید کی غرض سے اس بحث کے لئے بھی حاضر ہے کہ میر صادق
 رسول خانی کا اجماع بھی دکھا دیں قادیان میں آجائیں مسجد موجود ہے۔ ان کے آئے جانے اور خدا کا کام فرج
 اس عاجز کے ذمہ ہو گا۔ اور یہ عاجز تمام ناظرین پر ظاہر کرے کہ یہ صرف لاف و کراف ہے اور کچھ نہیں دکھا سکتے۔ اگر
 انہیں ملے تو اپنی ہمدردی کر دینگے۔ معاف نہ ہو سکتے ہیں کہ جس شخص نے بیعت کی مریدوں کے حلقہ میں داخل
 ہوا۔ اور مٹھوس سال سے اس عاجز کو خلیفہ اللہ اور امام اور مجدد دکت فرمایا۔ اور اپنی خوابیں بتلا کر دے کیا
 اس دعویٰ میں ملوث ہے۔ میر صاحب کی حالت نہایت قابل افسوس ہے۔ خزانہ ہر رقم کرے پریشگولی کو
 ہیں جو ظاہر ہوں گی۔ ازالہ اوٹام کے صفحہ ۵۰ کو دیکھیں ازالہ اوٹام کے صفحہ ۳۳۔ اور ۵۰ کو ہونا
 کریں اشتہار ہم جولائی ۱۹۰۰ء کی پریشگولی کا اشتہار کریں جس کے ساتھ بھی الامام ہے۔
 ویسٹونٹ اسحق صوفی ہای و سرہی اللہ لحق و ما انتقم بمعجزین۔ خیر حیا
 اور کچھ سے پوچھتے ہیں لکھنؤ میں ہے کہ ہاں مجھے اپنے رب کی قسم کہ میری ہے اور تم اس کا وقوع دیکھنے کو نہیں سکتے
 کھلا کہ مبدل اکسماتی۔ وان میر ابیہ بعرضو او
 رحمہم خدا اس کے لئے ہر خدا کا میری ہانوں کوئی بلا نہیں سکتا۔ اور نشان دیکھ کر منہ پھیر گئے اور قبول نہیں کریں اور
 یقولوا سبحان مستمرا
 کہیں کہ کوئی پتہ نہیں دے گا۔

